الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (الحدیث)

انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبور مطہرہ میں نمازیں ادا فرماتے ہیں (حدیث)

حیاتِ جانِ کائنات

شیخ الحدیث مفتی خالد محمود

انجمن خدام الاسلام
جامع مسجد مینارہ صدر کراچی

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ

انبیاء کرام زندہ ہیں اپنی قبور مطہرہ میں، نمازیں ادا فرماتے ہیں۔

(حدیث)

حیاتِ جانِ کائنات

مفتی خالد محمود

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف۔ ضلع سرگودھا

انجمن خدام الاسلام

جامع مسجد مینارہ صدر کراچی

تقریظ

حضرت العلام ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری دامت برکاتہم العالیہ

بھیرہ شریف سرگودھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

عزیز گرامی خالد محمود صاحب طالب علمی کے زمانہ سے دقتِ نظر اور تحقیقِ حق کے جذبہ سے سرشار رہے ہیں حصول علم کے بعد جب سے انہوں نے تدریس کے فرائض سنبھالے ہیں ان کا یہ ذوق نکھر کر سامنے آگیا ہے متعدد اہم اور مشکل موضوعات پر انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اور ہر موقع پر انہوں نے اپنے قارئین کے دلوں کو موہ لیا ہے ان کے قلوب و اذہان کو تشکیک کے کانٹوں سے پاک کر کے یقین کے نور سے منور کر دیا ہے ——— ملت کی شومیٔ قسمت ملاحظہ ہو کہ وہ مباحث اور مسائل جو ابتدائے اسلام سے اب تک متفق علیہ رہے ہیں ان کے بارے میں اب شکوک و شبہات کا طوفان برپا کیا جا رہا ہے اور اس طرح اسلام کے نادان دوست یا دانا اور عیار دشمن ایمان کے مستحکم قلعوں کی بنیادوں کو متزلزل کرنے کی مذموم کوشش میں دن رات سرگرمِ عمل ہیں۔ سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ حضور رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں بھی اب مختلف قسم کی نازیبا باتیں زبان پر آنے لگی ہیں اور حیات النبی کا متفق علیہ مسئلہ اب باہمی نزاع اور افتراق کا شکار ہو رہا ہے جس نے دلوں کو پریشان، ذہنوں کو پراگندہ، ایمان کو کمزور اور یقین کو متزلزل کر کے رکھ دیا ہے۔ ضرورت تھی کہ کوئی صاحب نظر اس موضوع پر قلم اٹھائے اور شکوک و شبہات کے جو انبار اس موضوع کو مشکوک کرنے کے لئے بعض مدعیانِ علم و دانش کی طرف سے لگائے جا رہے ہیں ان کی حقیقت کو آشکارا کر دے۔ ہمارے فاضل نوجوان مولانا خالد محمود کی طبع مشکل پسند نے اس موضوع کی طرف توجہ کی اور دادِ تحقیق دیتے ہوئے اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کر کے معترضین کے تمام اعتراضات اور مشککین کی تمام تشکیکات کا منہ توڑ جواب دیا اور ان کی جانگسل محنت اور جد و جہد کا ثمر "حیاتِ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم" کے نورانی پیکر میں ہمارے سامنے ہے۔ میں نے اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات کا بدقتِ نظر مطالعہ کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو شخص بھی اس کا مطالعہ کرے گا اگر توفیقِ الٰہی اس کی دستگیری فرمائے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں ہر قسم کے شکوک سے اس کا دل پاک ہو جائے گا۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صالح نوجوان کی بے پناہ صلاحیتوں کو نشو و نما کا موقع عطا فرمائے تاکہ اس کے فیضان سے ایک دنیا فیض یاب ہو آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد کرم شاہ

دار العلوم محمدیہ غوثیہ
بھیرہ سرگودھا

٦ شوال ١٤٠٤ھ
٥ جولائی ١٩٨٤ء

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

رونمائی

الحمد للہ رب العلمین الرحمٰن الرحیم الذی لم یزل
حیا قیوما قدیرا بصیرا شہیدا الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ
ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ وکفیٰ باللہ شہیدا
ارسلہ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ
وسراجا منیرا وھو الرسول النبی الامی لولاہ لما خلقت
الافلاک ولا الارضون ولم یبعث الانبیاء المرسلون و
لا الملئکۃ المقربون فھو الاول و الاخر والظاھر والباطن
وھو بکل شئ علیم

فعلیہ اطیب تحیاتہ المبارکۃ وازکیٰ تسلیماتہ
المتدارکۃ وعلیٰ الہ واصحابہ واتباعہ اجمعین الی
یوم الدین۔ اما بعد

خلاصۂ مدعا

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا شہ ہر دوسرا باعث ایجاد ارض و سما

سرورِ کونین، ہادیٔ ثقلین، رحمت عالمیاں، محبوب خالق کون و مکان، وجہ تخلیق جملہ کائنات، صاحبِ لولاک لما خلقت الافلاک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ شفیع الوریٰ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ افضل التحیۃ وازکی الثناء، جملہ موجودات کے مبدا اولین تمام کائنات کے وجود وظہور اور حدوث وبقا کے صدر نشیں ہیں آپ ہی کی ذاتِ گرامی کی خاطر یہ بوقلموں کائنات اور اس کے گوناگوں عجائبات کتم عدم سے ظہور میں آئے اور آپ ہی کی ذات والاصفات کی وجہ سے قائم وباقی ہیں اس دنیا ومافیہا کی تخلیق کا اوّل بھی آپ ہیں اور آخر بھی آپ، ظاہر بھی آپ ہیں اور باطن بھی آپ۔

چنانچہ جس طرح آپ اس دنیا میں جلوہ افروز ہونے سے بہت پہلے سے موجود ہیں بعینہٖ اسی طرح اس دنیا سے انتقال فرما جانے کے بعد بھی آپ موجود ہیں، باحیات ہیں۔ اپنے رب عظیم وقدیر کے عطا فرمودہ اختیار کی وجہ سے عالم علوی وسفلی میں جہاں چاہتے ہیں سیر فرماتے ہیں اکوانِ عالم میں تصرفات فرماتے ہیں اپنی امت پر لطف وکرم کی نگاہ رکھے ہوئے ہیں ان کے معاصی پر بمصداق عزیز علیہ ما عنتم پریشان خاطر ہوتے ہیں اور بالمومنین رؤف رحیم ہونے کی وجہ سے اپنے رب العزت جل جلالہ سے ان گناہوں اور لغزشوں کی مغفرت طلب فرماتے ہیں۔

آپ کا جسد اطہر واقدس آپ کے مزار پر انوار میں روز اوّل کی طرح صحیح سالم اور تروتازہ ہے اور اس جسم مقدس کے ساتھ آپ کی روح سامیہ عالیہ کا حدادراک سے کہیں زیادہ افضل واقویٰ اتصال موجود ہے پس آپ حیاتِ حقیقی جسمانی سے متصف ہیں اور آپ کو مردہ، حواس ومشاعر اور ادراکات سے بے بہرہ، کچھ بھی نہ سننے سمجھنے والا۔ مٹی میں مل کر مٹی ہو جانے والا خیال کرنا آپ کی حد درجہ گستاخی آپ کے مقام رفیع سے نری جہالت اور قرآن وحدیث سے انکار وبغاوت ہے۔

وہ کلمہ طیبہ طاہرہ جس کے اقرار و تصدیق سے انسان کفر و شرک کی ضلالتوں سے نکل کر ایمان و یقین کی وادیٔ ایمن میں داخل ہوتا ہے وہ مقدس کلمہ جو ایمان کی رفیع و منیف عمارت کا مرکزی مدار اور اساسی رکن ہے۔ جو روز و شب متعدد بار ہماری زبانوں سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پُر کیف، پُر بہار اور مسرت آگیں آواز میں نکلتا ہے اس کی ساخت و ہیئت ہی ہمارے اس عقیدہ جلیلہ کی ساخت و پرداخت کی بنیاد ہے۔ ہمیں حکم فرمایا گیا کہو محمد رسول اللہ محمد (صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اس سادہ اردو ترجمہ میں ہی سلیم الذہن ہو کر سوچا جائے۔ اسی نوع کے دیگر متداول جملوں (جنہیں ہم ہر روز بے محابا بولتے ہیں) کے ساتھ منصفانہ موازنہ کیا جائے تو حقیقت مثل آفتاب نصف النہار واضح اور بے غبار ہو جاتی ہے۔

غور فرمائیے کہ کیا یہ اسلوبِ کلام معدوم و غیر موجود شی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے؟ کیا کسی غائب اور مخفی کو اس انداز سے ذکر کیا جاتا ہے؟ جسے العیاذ باللہ مر کر مٹی میں ملے عرصۂ مدید ہو گیا ہو کیا اسے یوں یاد کیا جاتا ہے؟ وہ کام وہ صفت، وہ شان جو کبھی کسی میں موجود رہی ہو خواہ وہ کتنی ہی اتم و اکمل کیوں نہ ہو اور اب اس کا موصوف صفحۂ ہستی پر نہ ہو تو کیا وہ اب بھی اسی طرح بیان کی جائے گی بلکہ کیا وہ صفت باقی بھی رہے گی؟

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (سورۃ الفتح۔ ۲۹)

محمد (صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ جملہ اسمیہ ہے اور عربی زبان سے ادنیٰ سی بھی ممارست رکھنے والا جانتا ہے کہ جملہ اسمیہ کے وضع کی غرض و غایت صرف یہ دلالت و وضاحت ہے کہ بیان کیا جانے والا حکم، مذکور وصف، اس اسمِ مبتدا کے لئے دائمی طور پر ثابت و

متحقق ہے، اس میں انقطاع وافتراق نہیں فانها موضوعة للدلالة علیٰ مجرد الثبوت العاری عن قید التجدد والحدوث (شیخ زادہ علیٰ تفسیر الامام البیضاوی)

اس آیت مقدسہ اور کلمہ طیبہ سے بالیقین واضح ہوا کہ رسول مکرم نبی معظم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ افضل التحیۃ والثنا اللہ کے رسول ہیں آپ کی رسالت کاملہ اب بھی تمام عالمین کو شامل ہے جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات طیبہ میں تھی کما قال تبارک وتعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ السبا آیت نمبر ۲۸) وقال جلّ شانہٗ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸) بلکہ آپ کی یہ صفت رسالت عامہ اس وقت بھی موجود تھی جب کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا ابھی تک خمیر مطہر بھی تیار نہ ہوا تھا۔ کما قال نبینا الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کنت نبیا وآدم بین الماء والطین (مسند عبدالرزاق نشر الطیب) وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہٖ (مشکوٰۃ ص۵۱۳) اور صفت اپنے وجود و بقاء کے لئے موصوف کی محتاج وتابع ہوتی ہے سو آپ کی رسالت ونبوت جو اوّل سے آخر اور ابتداء سے انتہا تک ہے، آپ کی ذات ستودہ صفات اور حیات بابرکات کے دوامی وجود وثبوت کو مستلزم ومقتضی[لہ] ہے اور آپ کے اسی وجود مسعود ومحمود کی وجہ سے اس زماں کے بنی نوع انسان اپنی تمام تر بداعمالیوں معصیت کیشیوں کے باوجود امم سابقہ کے برعکس عذاب الیم سے محفوظ و مامون

لہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ گفتہ کہ یکہ قسم خورد بحیات پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم منعقد می شود بوی وبہمین واجب می شود کفارہ بحنث از جہت بودند آنحضرت یکے از دو رکن شہادت (مدارج النبوۃ ص۱۶۵ ج۱) یعنی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی قسم کھائے منعقد ہوجائے گی اور حانث ہونے کی صورت میں کفارہ واجب کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے دو رکنوں میں سے ایک ہیں

ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں

وَاَنْتَ فِيْهِمْ[1] (سورہ الانفال آیت ۳۳) حالانکہ آپ تشریف فرما ہیں ان میں۔

یہ آیتِ مقدسہ بھی نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شان والاشان کو جس اجمالی انداز میں بیان فرما رہی ہے، اہل ذوق وادراک ہی اسے کماحقہ سمجھنے کی وجہ سے اس سے حظِ کامل اٹھا سکتے ہیں واللّٰھم ارزقنا ھذا بھم واسلک بنا مسالک کراماتھم۔

---

[1] اسی شان والاشان کو سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۲۹ میں یوں بیان فرمایا وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے ایک فیصلہ (کلمہ) نہ کر دیا ہوتا اور ان کے عذاب کے لئے وقت مقرر نہ ہوتا تو ابھی انہیں برباد کر دیا جاتا لیکن رحمت اور حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ انہیں فوراً ہلاک نہ کیا جائے وہ فیصلہ (کلمہ) کیا تھا اس کے متعلق علامہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: وھی العدۃ بتاخیر عذاب کفار ھذہ الامۃ الیٰ یوم القیامۃ وعدم استیصالھم فی الدنیا لکون النبی صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین (مظہری) یعنی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا اس لئے یہ مناسب نہ ہوا کہ کافروں کو تہس نہس کر ڈالا جائے بلکہ قیامت تک انہیں مہلت دے دی۔ (ماخوذ از تفسیر ضیاء القرآن ج ۳ ص ۱۴۴ و ۱۴۵)

فقیر غفرلہ ربہ الودود عرض کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کی وجہ سے جس طرح آپ کے ظاہری عہد ہمایوں کے کفار استیصالی عذاب سے باوجود اپنی تمناؤں کے التجاؤں اور فرمائشوں کے محفوظ رہے اسی طرح اب بھی محفوظ ہیں، محفوظ رہیں گے آپ کی رحمت شاملہ کا صدقہ ہے پس کس قدر غیر معقول بات ہے کہ صفت وشان تو موجود ہے، رحمت پائی جاتی ہے لیکن بغیر کسی ذات کے، جن کی یہ صفت اور شان تھی وہ نعوذ العیاذ باللہ تعالیٰ منہ الف الف مرّات) مردہ ہو گئے ہیں، مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے۔ حواس اور مدارک ومشاعر سے، اپنے جسد اطہر سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ربنا ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ بحرمۃ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فرمان اعلیٰ شان وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ ۔۔۔ الخ کے اعجاز و ایجاز اور لطف و کرم کا بیان کسی اور موقع پر اور سچی بات تو یہ ہے کہ اس کا حقیقی اور کامل بیان ممکن ہی نہیں کہ اس کا تعلق عالم نطق و مشاہدہ سے نہیں بلکہ یہ محسوسات کے قبیل سے ہے جتنا جتنا ذوق و شوق میں اضافہ ہوتا جائے گا حریم محبت سے آشنائی جس قدر بڑھتی جائے گی نیا لطف، نیا ذوق، نئی چاشنی، نئی لذت اور نیا سرور، وجد و جذب اور شعور و ادراک میں لامتناہی اضافہ کرتا چلا جائے گا۔

شربت الحب کاسا بعد کاس ۔ فما نفد الشراب ولا رویت

اس موقع پر تو صرف ۲ مقدس و منزہ کلمات وانت فیھم (اور آپ تشریف فرما ہیں ان میں) پر توجہ مبذول کیجئے۔ اپنے حبیب لبیب کی اس اعجاز نشان شان کو بیان کر کے جملہ بھی اسمیہ اختیار فرمایا اور پھر اسے بھی موقع حال میں اللہ اللہ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گل چینِ بہار تو ز داماں گلہ دارد (عرفیؔ)

واضح سی دل لگتی بات ہے کہ ہمارے آقا و مولا شفیع امم، نبی محتشم حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کریم السجایا جمیل الشیم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم جب تمام اسماء و صفاتِ الٰہیہ کا مظہر اتم ہیں اور اللہ جل شانہ حی و قیوم ہے تو لامحالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی باحیات ہیں۔

اسی طرح ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ارشاداتِ ربانیہ مثل كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ اور وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ کے بموجب ہر نفس[1] کو موت کا مزہ

---

[1] یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بے مثیل و مثال ذات کے لئے بھی نفس کا اثبات فرمایا ہے۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ۔ اور کسی بھی عقل میں یہ تصور تک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے عموم میں داخل ہے تو یہاں استثناء و خصوص ثابت ہو گیا۔

چکھنا ہے کہ اس دنیا میں دوام و بقاء کسی چیز کو حاصل نہیں۔ اس کائنات میں موجود تمام مخلوق کو یہ دنیا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانا ہے اور اسی انتقال ہی کا نام موت ہے۔ لیکن موت کی وجہ سے وہ جمادات کی طرح بے جان یا نیست و نابود نہیں ہو جاتے۔ بلکہ:

"بداں کہ تمامہ اہل السنت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسمع مر سائر اموات را از احاد بشر خصوصًا انبیاء علیہم السلام (جذب القلوب ص۲۰۲)

یعنی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تمام اہل سنت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام ادراکات مثلاً سننا، سمجھنا، جواب دینا ہر ایک بشر کے لئے عموماً اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے خصوصًا دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں۔[1]

امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

الموت لیس بعدم محض و انّما ھو انتقال من حال الیٰ حال۔	موت محض فنا ہونے کا نام نہیں ہے اس کا مطلب ایک حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا ہے۔[1]

موت کفار کے لئے تو ایک وحشتناک اور بھیانک چیز ہے اور ان کے حق میں مضر۔ ان کو حیاتِ برزخی حاصل تو ہوتی ہے لیکن عذاب قبر میں مبتلا رہنے کی وجہ سے نہ ہونے کی طرح ہے جس طرح قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی	اس میں نہ مریں گے نہ جئیں گے۔

یعنی زندہ تو ہوں گے لیکن منافع حیات حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ان

---

[1] موت کی مزید تشریح ص ۱۱۵ پر ملاحظہ ہو۔

کی حالت مردوں سے بھی بدتر ہو گی جبکہ اس کے برعکس عام مسلمانوں کے لئے یہ تبدیلی انتہائی مفید ہو گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

تحفة المومن الموت	موت مومن کے لئے تحفہ ہے۔

(شرح الصدور ص۵)

مشکوٰۃ المصابیح ص۱۴۰ پر محشی صاحب امام طیبی رحمہ اللہ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

اعلم ان الموت ذریعة الیٰ وصول السعادة الکبریٰ و وسیلة الیٰ نیل الدرجة العلیا وھو احد الاسباب الموصلة للانسان الی النعیم الابدی وھو انتقال من دار الیٰ دار فھو وان کان فی الظاھر فناء واضمحلالاً ولکن فی الحقیقة ولادة ثانیة وھو باب من ابواب الجنة منه یتوصل الیھا ولو لم یکن الموت لم یکن الجنة۔	یہ بات اچھی طرح جان لو کہ موت بہت بڑی سعادت کے حصول کا ذریعہ، مقامات رفیعہ پر فائز ہونے کا وسیلہ ہے۔ اور موت کا شمار ان اسباب میں ہے جو انسان کو دائمی نعمتوں سے سرفراز کرتے ہیں اور موت کا مطلب ایک حالت (دنیا) سے دوسری حالت (آخرت) میں منتقل ہونا ہے۔ یہ اگرچہ بظاہر فنا اور اضمحلال ہے لیکن درحقیقت یہی اصلی زندگی کی ابتداء ہے۔ اور یہی موت جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جس سے جنّت میں داخل ہوا جاتا ہے۔ اگر موت نہ ہو تو جنّت کا حصول بھی ناممکن ہے۔[1]

علامہ آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۱۲۷۰ھ کی مشہور و مستند تفسیر روح المعانی کے ص ۱۶۱/۱۴ پر ہے کہ جب اللہ کے نیک بندوں کو موت آتی ہے

---

[1] سمجھا ہے موت کو غافل اختتامِ زندگی ـــ ہے یہ شامِ زندگی صبحِ دوامِ زندگی (اقبالؒ)

طيبة ارواحهم بالموت لكونه باب الوصال وسبب الحياة الابدية۔	تو ان کی روحیں موت کی وجہ سے غایت درجہ مسرور ہوتی ہیں کیونکہ موت ان کے لیے وصال محبوب کا ذریعہ اور ابدی، دائمی زندگی کے حصول کا وسیلہ ہوتی ہے۔[1]

شہداء کی موت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسی زندگی سے تعبیر فرمایا ہے جس کی حقیقت وعظمت انسانی شعور سے باہر ہے۔ بل احیاء ولکن لاتشعرون اور شہداء کی حیات بعد از شہادت کے بارے میں علماء ربانیین کا ارشاد ہے:

فذهب كثير من السلف الى انها حقيقية بالروح والجسد وذهب البعض الى انها روحانية ----- والمشهور ترجيح الاول ونسب الى ابن عباس وقتادة ومجاهد والحسن و عمرو بن عبيد و واصل بن عطا والجبائی والرمانی وجماعة المفسرين۔ (روح المعانی ص۲/۳)	اکثر اسلاف کا یہ مذہب ہے کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی ہے جو روح اور جسم دونوں کا مرکب ہے روح بھی زندہ اور جسم بھی موجود رہتا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ روحانی زندگی ہوتی ہے۔ لیکن پہلی بات (حیات حقیقی وجسمانی) ترجیح یافتہ اور مشہور ہے۔ جو کہ حضرات ابن عباس، قتادہ، مجاہد، عمرو بن عبید، واصل بن عطا، جبائی اور رمانی نیز کئی دیگر مفسرین سے منقول ہے۔

کسی بھی ذی عقل پر مخفی نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ و مقام شہداء سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعد از موت ان کی زندگی بھی شہداء کی زندگی سے کہیں افضل ہے۔

انباء الاذکیا ص۵ پر مرقوم ہے:

والانبياء اولى بذلك فهم اجل واعظم وقل نبى الا وقد جمع مع النبوة وصف الشهادة۔

یعنی انبیاء کرام شہداء سے زیادہ جلیل القدر اور عظیم المرتبہ ہیں لہٰذا ان کے لئے

---

[1] نشان مرد مومن با تو گویم ۔ چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست (حضرت اقبالؒ)
مرد کے مومن ہونے کی نشانی ہی یہ ہے کہ وقت موت اس کے لب تبسم ریز ہوتے ہیں۔

بدرجہ اولیٰ حیات بعد از ممات فی القبر ثابت ہو گئی۔[1]

تفصیل اجمال و بیان دلائل

جمہور امت کا یہ متفقہ عقیدہ کیسے نہ ہو جبکہ متعدد آیات مقدسہ اور احادیث مطہرہ کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو کر نکھر آتی ہے۔ چند آیات قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا بنظرِ غائر مطالعہ فرمائیے۔

(۱) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(سورہ النساء ۶۴)

اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں آپ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

اس آیت میں بغیر کسی قسم کی تخصیص زمانی کے فرمایا کہ روئے زمین کا کوئی باسی جس وقت بھی غیر شرعی حرکت کا ارتکاب کر کے اپنی جان پر ظلم ڈھا بیٹھے اور اس کے بعد نادم ہو کر آپ کے دربار دُرّ بار میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کرے اور آپ بھی اس کی مغفرت اور بخشش کی سفارش فرما دیں تو پھر میرے دریائے رحمت میں وہ جولانی آئے گی کہ مجھ سے بڑھ کر توبہ قبول کرنے والا کوئی اور ہو گا ہی نہیں۔

ناظرین کرام! عدل وانصاف کا دامن تھام کر اس آیت میں غور فرمائیے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وہ مطلب ہو جو منکرین کا مدعا ہے تو کیا

---

[1] اس کی مزید تائید وتقویت ص ۲۵ تا ۲۹ پر ملاحظہ کیجیے۔

اللہ تعالیٰ نے جملہ مومنین کو حصول مغفرت کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہونے کا عبث حکم فرمایا، تعالی اللہ عن ذٰلك علوا کبیرا اور اس آیت کے حصے فاستغفر لهم الرسول (رسول مکرم بھی ان کے لئے طلب مغفرت کریں) کا کیا مطلب ہوگا؟ کیونکہ استغفار شفاعت و تکلم اور سننا سمجھنا لوازم حیات میں سے ہے۔ یہاں ذہن میں یہ شبہ قطعاً پیدا نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری عہد ہمایوں کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم اور انعام کو عام رکھا ہے۔ زمان و مکان کی قید نہیں اور اطلاقات و عمومات خداوندی کی بذاتِ خود تقیید و تخصیص شرک تشریعی (شرعی امور کو ثابت کرنے میں شارع کا شریک ہونا) ہے۔ حضور اکرم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ برکت حضور کی ظاہری زندگی تک محدود نہ تھی بلکہ تا ابد ہے۔ اہلِ دل اور اہلِ نظر ہر لمحہ اور ہر آن اس کا مشاہدہ کرتے ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور (فرط رنج و غم سے) مزار پُر انوار پر گر پڑا اور خاک پاک کو اپنے سر پر ڈالا اور عرض کرنے لگا۔[1]

یارسول اللہ! جو آپؐ نے فرمایا ہم نے سنا۔ آپؐ نے اپنے رب سے جو سیکھا وہ ہم نے آپؐ سے سیکھا۔ اسی میں یہ آیت بھی تھی ولو انهم اذ ظلموا۔۔۔الخ میں نے اپنی جان پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں اور آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ اے سراپا شفقت و رحمت میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیے:

فنودی من القبر انه قد غفر لك۔ مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

(تفسیر ضیاء القرآن بحوالہ امام قرطبی)

---

[1] یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد انور کی زیارت اور اس کے لئے عازم سفر ہونا شرعاً مطلوب و مستحسن اور سلف صالحین کی اتباع و پیروی ہے۔

مسند دارمی، طبقات ابن سعد، اخبار مدینہ للزبیر، دلائل النبوۃ لابی نعیم اور دیگر کتب سِیَر و تواریخ میں جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا ارشاد مرقوم ہے کہ واقعہ حرہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں میرے سوا اور کوئی آدمی نہیں تھا میں بھی ایک کونے میں چھپا ہوا تھا۔ مجھے اوقاتِ نماز کا پتہ اذان کی اس آواز سے چلتا تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منوّر سے آتی تھی۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اس سوال کا (کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شریعت مصطفویہ کا علم حاصل نہیں فرمایا تو اس شریعت کی اشاعت و ترویج کیسے فرمائیں گے؟) جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قیل انه علیه الصلوٰة والسلام یاخذ الاحکام من نبینا صلی الله علیه وسلم شفاها بعد نزوله من قبره الشریف واید بحدیث ابی یعلیٰ والذی نفسی بیده لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال یامحمد لاجیبنه۔ (روح المعانی ص۳۳ ج۲۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمانے کے بعد ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی قبر شریف سے بالمشافہ احکامِ شریعت حاصل کریں گے اور اس امر کی تائید ابو یعلیٰ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں مری جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نزول فرمائیں گے پھر اگر انہوں نے میری قبر پر کھڑے ہو کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں ضرور انہیں جواب دوں گا۔"

(۲) اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط (الاحزاب - ٦)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ان کی اپنی جانوں سے زیادہ ولی ہیں اور حضورؐ کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اب لغت عربی کی تمام کتب سے اولیٰ کے جو معنے بھی یہاں مراد لیجئے ماننا پڑے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ اور حیاتِ حقیقیہ سے متصف ہیں۔ اولیٰ سے مراد املک (زیادہ مالک) ہو یا اقرب (زیادہ قریب) یا احب الی المؤمنین (زیادہ محبوب مؤمنین کا) یا اولیٰ بالتصرف (مومنین کی جانوں میں تصرف کرنے کے زیادہ مستحق) یا کوئی اور معنیٰ۔ مہر نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا وہ مطلب نہیں جو اس شرذمہ قلیلہ نے سمجھا ہے۔ یہ ارشاد بھی صرف اُس عہد ہمایوں سے مختص نہیں صحیحین کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس دنیا میں اور آخرت میں بھی مومنین کی جانوں سے زیادہ ان کا ولی ہوں۔ سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر حالت میں اپنے آپ کو حضورؐ کا مملوک نہ جانے وہ سنّت کی حلاوت اور شیرینی کو پا ہی نہیں سکتا۔

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سورۃ انبیاء - ۱۰۷) اے حبیب ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے حضور پرنور شافع یوم النشور کی یہ شان بیان فرمائی ہے کہ ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے بلا تخصیص زمان و مکان کل مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے عالمین (جملہ مخلوقات) کا کوئی فرد ایسا نہیں جو آپ کی رحمت سے فیض یاب نہ ہو۔ آپ اٹھارہ ہزار عالموں کے ہر ہر فرد کے لئے سراپا رحمت ہیں اور رحمت کا مطلب ہے:

دقة القلب وانعطاف يقتضى التفضل والاحسان (بیضاوی)

یعنی دل کا نرم ہونا، دل میں ایسے جذبات کا پیدا ہونا جن کی وجہ سے انسان دوسرے پر مہربانی اور احسان کرے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی یہ صفت جو کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ مقید نہیں اس بات کی متقاضی ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہوں۔

کیونکہ بغیر زندگی اور حیات کے رحمت کا یہ معنیٰ متحقق ہی نہیں ہوتا۔

(۴) وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ۔

(سورۃ الزخرف - ۴۵)

آپ پوچھئے ان انبیاء سے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمایا کہ کیا ہم نے اپنی ذات سراپا رحمت کے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا جن کی عبادت کی جائے۔

غور فرمائیے! اگر انبیاء کرام العیاذ باللہ مردہ ہوں، مر کر مٹی میں مل گئے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پوچھنے کا حکم کیا عبث فرمایا ہے؟ شبِ معراج سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ جب حضورؐ نماز سے فارغ ہوئے جبریل امین نے عرض کیا کہ سرورِ اکرم اپنے سے پہلے انبیاء سے دریافت فرمالیجئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سوال کی حاجت نہیں۔

(تفسیر کبیر از امام رازی ص۴۲۰ و دیگر تفاسیر)

(۵) وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ۔

(السجدہ - ۲۳)

اور بے شک ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو تم ان کی ملاقات میں شک نہ کرو۔

جلیل القدر تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت طیّبہ کی تفسیر میں منقول ہے کہ تم لوگ حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات میں شک نہ کرو۔ (صحیح مسلم ص۹۴/۱)

حضرت قتادہ کے علاوہ مفسرین کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے جن میں مجاہد، کلبی اور سدی رضی اللہ عنہم ہیں۔ معمولی عقل کا مالک بھی جانتا ہے کہ ملاقات باہمی زندہ لوگوں کی ہوتی ہے مردوں کی نہیں۔

(۶) وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان قربان کرنے والوں کو مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تمہیں ان کی زندگی کی حقیقت کا شعور نہیں۔

(۷) وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ۙ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔

(آل عمران ۱۶۹ ۔ ۱۷۰)

اور اللہ کے راستے میں شہید ہونے والوں کو ہرگز مردہ گمان نہ کرو۔ بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور ان نعمتوں کی وجہ سے مسرور ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دی ہیں اور اپنے ان پسماندگان کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جو ابھی تک انہیں نہیں ملے۔ ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم میں مبتلا ہوں گے۔

ان دونوں آیتوں سے مثل آفتاب نصف النہار واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہنے بلکہ مردہ گمان کرنے سے اللہ رب العزت جل جلالہ نے بذات خود منع فرمایا ہے اور عقل عیار کے پیدا کردہ اوہام و وساوس کو و لکن لا تشعرون کہہ کر رد فرما دیا کہ جب یہ امر شعور و ادراک کی حدود سے ماوراء ہے تو پھر بے کار کے عقلی گھوڑے دوڑانا اضاعتِ وقت اور محض اتباعِ ہوائے نفسِ امارہ ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸ پر تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے کثیر مفسرین اور جمہور امت کا مرجح مذہب مہذب گزرا کہ شہداء کی یہ حیات حقیقی جسمانی ہے۔

ابنِ قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ لکھتے ہیں:

واذا کان ھذا فی الشھداء کان الانبیاء بذٰلك احق واولیٰ۔

(کتاب الروح ص۵۴)

یعنی جب شہداء کے لئے حیات ثابت ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اس سے کہیں زیادہ ثابت اور اولیٰ و افضل ہوگی۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں:

"پس ہمہ حی اند لیکن حیات ایشاں در مرتبہ کمتر است از حیات شہداء وحیات انبیاء کامل تر از حیات شہداء است۔ (مدارج النبوۃ ص۴۵ ج۲)

امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۵۶ھ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

واذا ثبت ذٰلك فی الشھید ثبت فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجوہ احدھا ان ھذہ رتبۃ شریفۃ اعطیت للشھید کرامۃ لہ ولا رتبۃ اعلیٰ من رتبۃ الانبیاء ولا شك ان حال الانبیاء اعلیٰ واکمل من حال جمیع الشھداء فیستحیل ان یحصل کمال للشھداء ولا یحصل للانبیاء لاسیما ھٰذا الکمال الذی یوجب زیادۃ القرب والزلفیٰ والنعیم والانس بالعلی الاعلیٰ الثانی ان ھٰذہ

جب یہ بات شہید کے حق میں ثابت ہوگئی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی ثابت ہوگئی۔ اس کی کئی وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ حیات ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جو شہید کو اس کی بزرگی کی وجہ سے عطا کیا گیا۔ اور شہید کا رتبہ انبیاءؑ کے رتبہ سے اعلیٰ نہیں اور بلاشبہ انبیاء کرام کی شان تمام شہداء سے اعلیٰ اور اکمل ہے تو یہ امر قطعاً محال ہے کہ جو کمال شہداء کو حاصل ہو وہ انبیاء کو حاصل نہ ہو بالخصوص یہ کمال جو بلند و بالا ذات کے قرب و نزدیکی اور نعمت وانس کی زیادتی کا موجب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مرتبہ شہداء کو ان کے جہاد اور اپنی

الرتبة حصلت للشهداء اجراعلیٰ جهادهم وبذلهم انفسهم لله تعالیٰ والنبی صلے الله علیه وسلم هوالذی سن لناذلك ودعانا الیه وهدانا له باذن الله تعالیٰ وتوفیقه وقد قال صلے الله علیه وسلم من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها الیٰ یوم القیامة ومن سن سنة سیئة فعلیه وزرها ووزر من عمل بها الیٰ یوم القیامة ---- فکل اجر حصل للشهید حصل للنبی صلے الله علیه وسلم لسعید مثله والحیاة اجر فیحصل للنبی صلی الله علیه وسلم مثلها۔

جانوں کو اللہ کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے پر بطور اجر حاصل ہوا۔ اور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو ہمارے لئے مسنون قرار دیا اور ہمیں اس کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کے اذن و توفیق سے اس کی ہدایت فرمائی اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو شخص بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے گا[1]۔ اور جو کوئی برا کام جاری کرے گا تو اس کا بوجھ اس کی گردن پر ہوگا[2] ---- تو جو اجر و ثواب شہید کو حاصل ہے لامحالہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہے کیونکہ شہید کی سعی و جہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے ہے۔ اور حیات بھی ایک اجر ہے تو جس طرح یہ اجر شہید کو حاصل ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ضرور حاصل ہے۔

اور اس آیت کے عموم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل ہونے کی اقویٰ

---

[1] اگرچہ عمل کرنے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔
[2] جبکہ برائی کرنے والے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

دلیل وہ فرمان نبوی ہے جو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جسے امام بخاری اور امام بیہقی نے ذکر فرمایا ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی مرضہ الذی توفی فیہ لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا اوان انقطاع ابھری من ذلک السم۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ میں ہمیشہ اس کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اور اب اسی زہر کے اثر سے میری رگِ جان منقطع ہو رہی ہے۔

اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لان احلف تسعا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل قتلا احبّ الیّ ان احلف واحدا انہ لم یقتل و ذلک ان اللہ تعالیٰ اتخذہ نبیا واتّخذہ شھیدا۔ (انباء الاذکیا بحوالہ امام احمد ابو یعلیٰ طبرانی حاکم بیہقی)

یعنی میں نو مرتبہ یہ قسم کھاؤں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوتے ہیں مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں ایک بار قسم کھاؤں کہ آپ شہید نہیں ہوئے کیونکہ اللہ جل شانہ، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔

حضرت ملّا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

فان اللہ تعالیٰ قال فی حق الشھداء من امتہ بل احیاء عند ربھم یرزقون فکیف سیدھم بل رئیسھم لانہ حصل لہ ایضا مرتبۃ الشھادۃ مع مزید السعادۃ باکل الشاۃ المسمومۃ وعود سمھا المغمومۃ وانما عصمہ اللہ تعالیٰ من الشھادۃ الحقیقیۃ للبشاعۃ

الصورية ولاظهار القدرة الكاملة بحفظ فرد من بين اعدائه من شر البرية۔ (مرقاۃ شرح المشکوۃ ج۳ ص۲۴۱)

یعنی بلاشک و شبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کی امت کے شہداء کے حق میں فرمایا "بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں" سو ان کے آقا بلکہ ان کے رئیس (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا کیا مرتبۂ عظمیٰ ہوگا کیونکہ سعادت کثیرہ مزیدہ کے ساتھ ساتھ آپ نے مرتبۂ شہادت بھی حاصل کیا ہے۔ کیونکہ آپ نے زہر آلود بکری سے تناول فرمایا اور اس کا المناک زہر (عمر شریف کے آخری حصے میں) عود کر آیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادتِ ظاہرہ سے اس کی صوری بدنمائی کی وجہ سے محفوظ رکھا نیز اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار بھی کیا کہ ایک فرد کو اس کے کائنات کے بدترین دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھا اور وہ سر توڑ بھرپور کوششوں کے باوجود آپ کو ادنیٰ گزند بھی نہ پہنچا سکے۔

حضرت امام سمہودی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ونبینا صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء واعمال الشہداء فی میزانہ وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم علمی بعد وفاتی کعلمی فی حیاتی۔ (وفاء الوفاء ج۲ ص۱۳۵۲)

یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ادنیٰ ترین شک سے مبرا ہے آپ کی یہ حیات شہداء کی حیات جس کے بارے میں ان آیتوں میں بتایا گیا ہے سے اکمل ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء ہیں اور شہداء کے اعمال آپ کے میزان میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے کہ میرا بعد از وفات علم، اس ظاہری حیات کے علم جیسا ہی ہے۔

(۸) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا — اور اسی طرح ہم نے تم کو (اے امت محمدیہ)

لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ط (سورہ بقرہ - ۱۴۳)	سب امتوں سے افضل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پہ گواہ بنو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ بنیں۔
(۹) فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ (النساء - ۴۱)	پھر کیا کیفیت ہو گی (ان نافرمانوں کی) جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے۔
(۱۰) اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ (سورہ احزاب - ۴۵)	اے نبی معظم! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور بروقت متنبہ کرنے والا۔

ان تمام آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید اور شاہد فرمایا ہے جو کہ شہادت یا شہود سے مشتق ہے۔

امام راغب المفردات فی غرائب القرآن میں فرماتے ہیں:

الشهادة والشهود الحضور مع المشاهده اما بالبصر او البصيرة۔

یعنی شہادت اور شہود کا مطلب یہ ہے کہ "انسان موقع پر موجود ہو اور مشاہدہ بھی کرے۔ خواہ ظاہری آنکھوں کی بینائی سے خواہ بصیرت کے نور سے" تو اب اس معنیٰ کے لحاظ سے ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوں موجود ہوں اور آپ کو امت کے اعمال کی خبر بھی ہو۔ اسی لئے تو شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

لافرق بين موته وحياته صلى الله عليه وسلم فى مشاهدته لامته ومعرفته باحوالهم وعزائمهم وخواطرهم وذلك جلى عنده لاخفاء به۔ (مواہب اللدنیہ ج ۸ ص ۳۰۵)

یعنی اپنی امت کو مشاہدہ کرنے، اس کے حالات و عزائم و خطراتِ قلبی کو پہچاننے کے لحاظ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی موت و حیات میں کوئی فرق نہیں اور یہ امر آپ کے ہاں روشن ترین ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔" یہی شارح بخاری اسی مواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۲۳۷ میں حضرت عبد اللہ بن مبارک سے اور وہ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہما سے ان کا مذہب ذکر کرتے ہیں:

لیس من یوم الا و یعرض علی النبی اعمال امته غدوة وعشية فيعرفهم بسيماهم واعمالهم۔

ہر روز صبح و شام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر امّت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں آپ اپنے امتیوں کو ان کی علامات اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔

یہی مضمون علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی نے تفسیر عزیزی میں اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم میں ذکر کیا ہے۔ دیگر تمام مفسرین کے اقوال اسی کے ہم معنیٰ اور مؤیّد ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرینِ امت کا یہ مذہب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مقدس کی تعمیل ہے:

فقد روی عنه علیه الصلوٰة والسلام انه قال حیاتی خیر لکم تحدثون ویحدث لکم ومماتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم فما رأیت من خیر حمدت اللہ تعالیٰ علیه وما رأیت من شر استغفرت

میری زندگی تمہارے لئے نری خیر ہے تم سے کوئی امر وقوع پذیر ہوتا ہے تو (مجھ پر نزول وحی کے ذریعے سے) تمہارے لئے (اس کی صحت یا عدمِ صحت کے بارے میں) نیا حکم آجاتا ہے اور (یہ بھی جان لو کہ) میری موت بھی تمہارے لئے سراسر بھلائی اور خیر ہے۔ تمہارے اعمال

الله تعالیٰ لکم[1]۔ بل جاء ان اعمال
العبد تعرض علی اقاربہ من
الموتیٰ فقد اخرج ابن ابی الدنیا
عن ابی ھریرۃ ان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم قال ولا تفضحوا امواتکم
بسیأت اعمالکم فانہا تعرض
علیٰ اولیاءکم من اھل القبور
واخرج احمد عن انس مرفوعا ان
اعمالکم تعرض علیٰ اقاربکم و
عشائرکم من الاموات فان کان
خیرا استبشروا وان کان غیر ذٰلک
قالوا اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم
کما ھدیتنا اخرجہ ابوداؤد من
حدیث جابر بزیادۃ والھمھم
ان یعملوا بطاعتک واخرج
ابن ابی الدنیا عن ابی
الدرداء انہ قال ان
اعمالکم تعرض علیٰ
موتاکم فیسرون ویساؤن
فکان ابوالدرداء یقول عند
ذٰلک اللھم انی اعوذ بک

مجھ پر پیش کئے جایا کریں گے تو تمہارے اچھے
اور نیک کام دیکھ کر اللہ کا شکر اور ثنا بیان
کروں گا لیکن اگر تمہارا کوئی غیر صالح فعل
دیکھا تو اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے دعاء
مغفرت کروں گا (متعدد احادیث میں) آیا
ہے کہ زندہ لوگوں کے اعمال ان کے قریبی
اموات پر پیش کئے جاتے ہیں مثلاً محدث
ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث
روایت کی ہے کہ رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: برے اعمال کر کے اپنے
مُردوں کو شرمسار نہ کرو کیونکہ اعمال تمہارے
قرابت دار قبر والوں پر پیش کئے جاتے ہیں
اور امام احمد نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے
کہ تمہارے اعمال تمہارے اقارب پر پیش کئے جاتے ہیں
تو اگر عمل اچھا ہو تو خوش ہو جاتے ہیں
اور غیر صالح ہو تو رب کریم کے حضور عرض کرتے
ہیں یا اللہ ان کو ہدایت کرنے سے پہلے نہ مارنا
جس طرح تو نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے۔ اور
محدث ابوداؤد نے اسی حدیث کو حضرت
جابر سے روایت کرتے ہوئے ان الفاظ کا
اضافہ کیا ہے" اور ان کے دلوں میں یہ خیال

---

[1] اس ارشاد نبوی کو حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (القول البدیع صفحہ ۱۶۰)

ان یمقتنی خالی. عبداللہ بن رواحۃ اذا لقیتہ یقول ذٰلک فی سجودہٖ۔

(روح المعانی ص۲۱۳ ج۱۴ علامہ آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ)

پیدا کر دے کہ وہ اپنے اعمال میں تیری اطاعت کریں۔" اور حضرت ابن ابی الدنیا نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا "تمہارے اعمال تمہارے مردوں پر پیش کئے جاتے ہیں پھر (نیک اعمال دیکھ کر) خوش ہوتے ہیں اور (برے اعمال دیکھ کر) رنجیدہ ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر ارحم الراحمین سے دعا کرتے ہیں۔ "یا اللہ میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ جب میں اپنے ماموں حضرت عبداللہ بن رواحہ سے ملاقات کروں تو وہ مجھ سے رنجیدہ ہوں۔" وہ یہ دعا سجدہ میں کیا کرتے تھے۔

بزار برجال صحیح از عبداللہ بن مسعود می آرد کہ فرمود مرخدا را فرشتگان اند سیاح در زمین کہ میرسانند مرا اعمال شمارا از انچہ بہتر است شکر می گویم مرخدا را براں و آنچہ بد می بینم استغفار می کنم شمارا۔ (مدارج النبوۃ ص۴۴۸ ج۲)

یعنی محدث جلیل بزار رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح اور ثقہ راویوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے رہتے ہیں اور تمہارے اعمال مجھ تک پہنچاتے ہیں۔ ان میں سے جو بہتر ہوتا ہے اس پر میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اور جو برا عمل مجھے نظر آتا ہے اس کے لئے تمہارے واسطے استغفار کرتا ہوں۔

آپ لوگ ان سطور کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں ڈاکٹر عثمانی صاحب نے ان تمام باتوں کا بھی انکار کیا ہے۔ آپ غور فرمائیں کہ قرآن وحدیث اور ان کی روشنی

میں تابعین عظام اور علماء کرام کا مذہب صحیح ہے یا ڈاکٹر عثمانی صاحب اور ان کے چند پیروکاروں کا۔

(۱۰) یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورہ الحجرات - ۲)

اے ایمان والو نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبیؐ معظم کی آواز سے اور نہ چلّا کر ان کے سامنے بات کرو جیسے ایک دوسرے سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو کہ کہیں) تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نعمت ایمان سے بہرہ ور تمام انسانوں کو متنبہ فرما رہے ہیں مطلقاً فرمایا یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو کسی علاقے یا زمانے کے مومنوں کو مختص اور مقید نہیں کیا بلکہ دیگر احکام قرآنیہ کی طرح عام اور مطلق رکھا، دولت ایمان سے بہرہ ور ہر خوش بخت کو چوکنا کر دیا کہ خبردار میرے محبوب کے سامنے اس کی آواز سے اپنی آواز کو بلند نہ کرنا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کی آواز سے کر لیتے ہو کہ وہ تم جیسے نہیں۔ یہ تنبیہ تمہیں اس لئے کی جا رہی ہے کہ کہیں اس گستاخی و بے ادبی کے باعث تم اپنے تمام اعمال سے ہاتھ دھو بیٹھو اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

بارگاہ مصطفوی کے آداب و اطوار سکھانے والی یہ آیت طیبہ ہمارے عقیدہ منیفہ کی بیّن دلیل ہے کیونکہ یہ حکم کسی بھی زمان و مکان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک کے مومنین کو شامل ہے اور اس حکم کا یہی عموم صحابۂ کرام اور جمہور امت نے سمجھا ہے بیان کیا ہے۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہی نہیں، اپنی قبر انور میں موجود ہی نہیں، کچھ سنتے سمجھتے نہیں تو پھر آب آواز

بلند کرنے کی ممانعت کا کیا مطلب؟ دو صورتوں میں سے ایک کو ماننا ہوگا یا تو یہ آیت منسوخ و مخصوص ہے، ورنہ نبی مکرم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، اپنے مرقد انور میں حواس و مشاعر اور تصرفات کے مختار ہیں۔

حضرت العلام مولانا و مولی الروم الشیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۱۱۳۷ھ اسی آیت طیبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وقد کرہ بعض العلماء رفع الصوت عند قبرہ علیہ السلام لانہ حیٌّ فی قبرہ۔ (تفسیر روح البیان ص ۶۶ ج ۲۶)

مفسر شہیر حضرت ابو الفضل سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۰ھ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں اسی آیت طیبہ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

واستدل العلماء بالآیۃ علی المنع من رفع الصوت عند قبرہ الشریف صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مطلب یہ کہ علماء کرام نے اسی آیت سے استدلال کرتے ہوئے قبر انور کے پاس آواز بلند کرنے سے منع فرمایا ہے اس گستاخی و بے ادبی کو مکروہ قرار دیا ہے۔

کتب فقہ میں حضرات فقہائے کرام نے زیارت قبر شریف کے آداب میں اس بات کو خصوصی طور پہ ذکر فرمایا ہے من شاء فلینظر و لیتمتع۔

اگر کوئی شخص مزار اقدس و انور کے متصل اپنی دیوار میں کیل ٹھونکتا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ارضاہا عنا فوراً آدمی بھیجتیں۔

لا تؤذوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔

رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی قبر میں ایذا نہ پہنچاؤ۔

(مواہب اللدنیہ ص ۲۳۷ ج ۵)

احناف کے مایہ ناز محدث و فقیہ حضرت ملّا علی القاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۲۳ ج ۲ پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے درج ذیل واقعہ کو ذکر کرتے ہیں:

"حضرت عمرؓ نے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ وہ دو آدمی جو بلند آوازی سے باتیں کر رہے ہیں ان کو میرے پاس بلاؤ۔ وہ دونوں حاضر ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہاں کے ہو تم دونوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اہلِ طائف میں سے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تم پردیسی ہو آداب مسجد نبوی سے اتنے واقف نہیں اگر تم اہلِ مدینہ میں سے ہوتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اسی طرح بلند آوازی کرتے تو میں تمہیں سزا دیتا۔ فرمایا تمہیں لحاظ نہیں کہ رسول اللہ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو:

ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

(رواہ البخاری)

اس آخری جملہ کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای خصوصا اذ مع شرافتہ لہ زیادۃ مزیۃ انہ علیہ السلام فی قبرہ حی وقال تعالیٰ لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔

یعنی ایک تو مسجد اور پھر مسجد نبوی جس میں مزید عظمت و شرافت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے متصل اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی آواز سے بلند آواز اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔

احادیث رسول کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم

(۱) ابویعلیٰ نے اپنی مسند اور امام بیہقی نے اپنی کتاب حیات الانبیاء میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

اس حدیث شریف کے بارے میں شیخ الحدیث انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں:

وفی البیہقی عن انس وصححہ ووافقہ الحافظ فی المجلد السادس۔

(فیض الباری ص ۶۴ ج ۲)

یعنی اس حدیث کو بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج ۶ میں اس کی موافقت کی ہے۔

اسی حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

وحینئذ معناہ ان ارواح الانبیاء علیہم السلام لیست

بمعطلة عن العبادات الطیبة والافعال المبارکة بل ھم مشغولین[1] فی قبورھم ایضا کما کانوا مشغولین حین حیاتھم فی صلاۃ و حج وکذلک حال تابعیھم علیٰ قدر المراتب۔

یعنی اس لحاظ سے اس حدیث انس کا معنی یہ ہوگا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواحِ مقدسہ عباداتِ طیّبہ اور افعال مبارکہ سے معطل نہیں بلکہ وہ حضرات اپنی اپنی قبور میں مثل حیات دنیوی ظاہری نماز و حج وغیرہ میں مشغول رہتے ہیں اور حسبِ مراتب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں کا بھی یہی حال ہے۔

اس حدیث پر اپنی گفتگو کو یوں سمیٹتا ہے:

والحاصل انّ الحیاۃ فی حدیث البیہقی انما ھی باعتبار الافعال ولذا کلّما ذکر فی الاحادیث حیاۃ احد ذکر معہ فعل عن افعالہ ایضا لیکون دلیلا علیٰ وجہ الحیاۃ امّا حیاۃ نفس الروح فھی بمعزل عن النظر۔ (فیض الباری ج۲ ص۶۵)

یعنی اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث بیہقی میں حیات صرف افعال کے لحاظ سے ہے (یعنی وہ لوگ اعمال صالحہ افعال حسنہ مثل دنیا بجا لاتے رہتے ہیں) اور اسی لئے جب بھی احادیث میں کسی کی حیات کا ذکر ہوا، اس کے افعال میں سے کسی فعل کا بھی ذکر ہوا تاکہ صورتِ حیات کی وضاحت و دلیل ہو باقی رہی حیاتِ روح تو وہ تو نظر و فکر سے الگ تھلگ ہے۔ (اس کے ثبوت کے لئے دلائل کی ضرورت نہیں، دلائل کے علیحدہ ہونے کے باوصف بھی ثابت ہے)۔

(۲) الحلیۃ لابی نعیم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور صحیح مسلم میں

---

[1] ھکذا وجدت فی الاصل، المطبوع من مکتبۃ محمد یعقوب فراہی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہ مر بموسیٰ علیہ السلام وھو یصلی فی قبرہ وفی روایۃ قائم یصلی فی قبرہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزر فرمایا (تو دیکھا) کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

عثمانی صاحب نے تاحال تو اس حدیث کو ضعیف اور منکر نہیں قرار دیا البتہ اپنی محرّفانہ طبیعت سے مجبور ہو کر چند عقلی لیکن حقیقت میں عقل سے کوسوں دور شبہات وارد کئے ہیں موصوف کے کتابچہ عذابِ قبر ص ۲۰، ۲۱ کا فوٹو ملاحظہ ہو:

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا

مسلم کی ایک اور حدیث قبر میں زندگی کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے معراج کی رات بیت المقدس تشریف لے گئے تو راستہ میں آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ الفاظ یہ ہیں: "مررت علیٰ موسیٰ لیلۃ اُسری بی عند الکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ۔ (مسلم عربی جلد ۲ ص ۲۶۸)

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات موسیٰؑ کی اس قبر پر سے گزرا جو سُرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے، وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ (مسلم جلد ۲ عربی ص ۲۶۸)

اس حدیث سے قبر کے شیدائیوں نے "قبر میں زندگی" کے اس کمزور سہارے کو دانتوں سے پکڑ لیا ہے۔ حالانکہ اسی صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، موسیٰؑ کی قبر کے پاس سے گزر کر جب بیت المقدس پہنچے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور بعد میں اُن کی امامت کر کے نماز پڑھائی۔ قبر کے ان پروانوں کی ہر ادا نرالی ہے۔ صرف قبر میں زندہ ثابت کرنے ہی سے اُن کا کام چل گیا۔ آخر بیت المقدس میں اُن کو کیوں زندہ نہیں مانتے[1] ان کے لحاظ سے تو بیت المقدس میں موسیٰ علیہ السلام کی اس دُنیا میں زندگی کا آخری ثبوت ملتا ہے۔ مزید برآں یہ حضرات شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بُراق اور جبرئیلؑ

---

[1] ہم ان کو زندہ مانتے ہیں، جانتے ہیں لیکن قبور پر نور میں قیدیوں کی طرح محبوس نہیں جانتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل خاص سے یہ قوت عطا فرما رکھی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آئیں جائیں عالم علوی، سفلی میں حسب مشیت تصرف کریں ص ۶۱ بھی ملاحظہ ہو۔

کی رفاقت کے بغیر ہی آسمانوں پر واپس پہنچ گئے اور اس برگزیدہ گروہ میں صرف فوت شدہ انبیاءؑ ہی نہیں بلکہ زندہ نبی عیسیٰ علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اب اگر یہ دریافت کیا جائے کہ بیت المقدس میں نبی صلی اللہ علیہ السلام نے انبیاء کو امام بن کر نماز پڑھائی اور ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی پھر جب یہاں سے فارغ ہو کر آسمانوں پر گئے اور ان انبیاءؑ سے ملاقات ہوئی تو ان کو پہچان کیوں نہ پائے اور ہر مرتبہ جبریئل علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھنا پڑا کہ :۔ من ھٰذا یا جبریئل

(یہ کون صاحب ہیں اے جبریئلؑ) اور جبریئل علیہ السلام نے بتلایا کہ ھٰذا آدمؑ (یہ آدمؑ ہیں) ھٰذا عیسیٰؑ، ھٰذا موسیٰؑ، ھٰذا ابراہیمؑ۔ (بخاری جلد اول صہ۱۷۴۔۴۷۰، حدیث معراج) عن ابی ذرؓ و مسلم جلد ۱۔ صہ ۹۲۔ ۹۳) تو جواب میں چپ سادھ لی جاتی ہے۔ دراصل معراج کی رات پوری کی پوری معجزہ کی رات ہے۔ اس دنیا میں جن انبیاء کو دکھایا گیا اُن کو اُن کی دنیاوی زندگی کے کسی دور کی شکل و صورت میں معجزہ کے طور پر دکھایا گیا وہ آسمانوں سے نیچے اُتر کر نیچے نہیں آئے اور نہ وہ اپنی آسمانی شکلوں میں تھے۔ ورنہ یہاں اُن کو دیکھ کر جب نبیؐ آسمان پر گئے تھے تو فوراً پہچان لیتے اور جبریئلؑ سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ مزید برآں نبیؐ نے اوپر آسمانوں میں جا کر انبیاءؑ سے ملاقات کی نیچے زمین میں داخل ہو کر تو نہیں کہ انبیاءؑ کو قبروں میں زندہ مانا جائے۔

عثمانی صاحب کو دراصل یہ سمجھ میں نہیں آسکا کہ ایک شخص بیک وقت متعدد مقامات پر کس طرح ہو سکتا ہے۔

قارئین کرام: زمان و مکان کی یہ حدود اور قیود صرف اور صرف جسمانی و مادی کثافتوں کی وجہ سے ہیں جس قدر یہ کثافتیں معدوم ہوتی جائیں گی زمان و مکان کے حجابات اٹھتے جائیں گے۔ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کی روح اس کی جسمانی کثافتوں کی قیود سے آزاد ہو جاتی ہے اور آسمان کی بے کراں پہنائیوں، رفعتوں زمین کی اتھاہ پنہائیوں کی سیر دور دراز مقامات پر اعزہ و اقارب سے ملاقات کے علاوہ اور کتنی ناقابلِ یقین عجیب و غریب واقعات کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کا تعلق جسم کے ساتھ بھی موجود رہتا ہے۔

اسی طرح ملائکہ چونکہ جسمانی کثافتوں سے آزاد ہیں سو بیک وقت متعدد

مقامات پر موجود ہوتے ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جب وحی لے کر آتے تو اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ اب ان کا سدرۃ المنتہیٰ سے کوئی تعلق نہیں صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

ان جبریل علیہ السلام مع ظہورہ بین یدی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فی صورۃ دحیۃ الکلبی اوغیرہ لم یفارق سدرۃ المنتہیٰ۔[1] (روح المعانی ص ۳۵ ج ۲۲)

بلاشک وشبہ جبریلؑ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دحیہ کلبی یا کسی اور صحابی کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود کبھی بھی سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوئے۔

محققین کا خیال ہے کہ مشاہدہ جمال وجلال حق میں مستغرق رہنے کی وجہ سے جب نیک امتی کا حال ارواح کی طرح ہوجاتا ہے تو مظہر صفاتِ خداوند ذوالجلال ہوجاتے ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حبیب رب العلا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے ذات باری تبارک وتعالیٰ کو دیکھا ہے بدرجہ کمال واتم اس وصف سے متصف ہوں گے۔ سو اس وصف کے پیشِ نظر ان کے سامنے نہ کوئی زمانی حجاب ہوگا نہ مکانی۔ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ فرماتے ہیں:

وکل ذلک صحیح لا یخالف بعضہ بعضا فقد یری موسیٰ علیہ السلام قائما یصلی فی قبرہ ثم یسری بموسیٰ وغیرہ[2] الی البیت المقدس کما اسری بنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فیراھم فیہ ثم یعرج بھم الی السمٰوٰت کما عرج نبینا صلے اللہ علیہ

---

[1] یہی بات شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ ص ۳۵ ج ۲ پر بیان کی ہے۔

[2] معراج واسراء کے لئے براق اور جبریل کی رفاقت لازمی ضروری نہیں جس طرح کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان اسباب کے بغیر بھی اس بات پر قادر ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ وہ حضرات قدسی صفات اس عالمِ اسباب سے جاچکے ہیں۔

وسلم فیراھم فیھا کما اخبر وحلولھم[۱] فی اوقات بمواضع مختلفات جائز فی العقل کما ورد بھا خبر الصادق وفی کل ذالک دلالۃ علی حیاتھم۔ (حیاۃ الانبیاء ص ۱۳)

یہ تمام باتیں صحیح ہیں ان میں باہمی تضاد نہیں تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو ان کی قبر میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اس کے بعد حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السّلام کو اسی طرح بیت المقدس لے جایا گیا جس طرح نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں بھی ان حضرات کو دیکھا پھر ان حضرات قدسی صفات کو اسی طرح آسمانوں کی بلندیوں پہ لے جایا گیا جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھی ان حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کی جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتایا ہے اور ان حضرات کا مختلف مقامات[۲] پر مختلف اوقات میں موجود ہونا عقلاً بھی جائز ہے اور الرسول الصادق الامین کی خبر اس پر مستزاد ان تمام واقعات میں یہ دلالت موجود ہے کہ انبیاء کرام علیہم السّلام زندہ ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر ان حضرات کے بارے میں جبریل علیہ السّلام سے کیوں پوچھا۔ من ھٰذا (کون ہیں یہ؟) تو اس سلسلے میں ایک بنیادی بات ذہن میں رکھیئے کہ سوال عدم علم کی دلیل نہیں ہوتا۔ اور قرآن و حدیث میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں:

---

[۱] معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السّلام بیک وقت مختلف مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور یہ نئی اور خود ساختہ بات نہیں بلکہ قرونِ اولیٰ کے حضرات کا یہی مذہب تھا۔ عقل و نقل سے یہی بات ثابت ہے۔

[۲] اور اسی طرح اگر اہل سنت وجماعت کہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں" تو ان پر غصہ کیوں کہ یہ بات انہوں نے اپنی ذاتی اغراض اور مخصوص نظریات کی اشاعت کے لئے تو نہیں تراشی بلکہ انہوں نے اسلافِ کبار رحمہم اللہ کی اتباع کی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ

(المائدہ - ۱۱۶)

اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنالو تو حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ تیری شان بہت بلند ہے میرے لئے مناسب نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے کہا بھی ہوتا تو تجھے ضرور علم ہوتا۔

معلوم ہوا کہ پوچھنا جہالت کی دلیل نہیں بلکہ اور مقاصد کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ دوسری گذارش یہ کہ یہ ایک تعارفی انداز ہے۔ ایک آدمی جب اپنے کسی دوست کو اپنے علاقے میں گھماتا پھراتا ہے سیر کراتا ہے تو اس قسم کے کلمات بولے ہی جاتے ہیں۔ یہ کون صاحب ہیں۔ ان سے پہلے بھی کہیں ملاقات تو ہوئی ذرا ان کا تعارف کروائیے وغیرہ۔ دیکھئے جب حضرت جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر آسمانِ دنیا پر پہنچے تو اس آسمان کے خازن نے کہا من ھٰذا بھئی کون ہو قال ھٰذا جبریل جبریل ہوں، پھر خازن نے پوچھا ما معک احد، کوئی ساتھ بھی ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا معی محمد میرے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اور ہر آسمان پر یہی معاملہ ہوا ان آسمانوں کے خازنوں نے حضرت جبریل سے بھی یہی سوال کیا۔ کیا وہ حضرت جبریل کو نہیں پہچانتے تھے۔ یہاں یہ شبہ قطعاً نہ دل میں آئے کہ اگر باہر سے آکر کوئی دروازہ کھٹکھٹائے تو ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ دروازے پر کون ہے اگرچہ کوئی انتہائی ہی قریبی ہو کیونکہ آسمان دروازہ یا دیوار کی طرح ٹھوس اور مجسم نہیں بلکہ ایک لطیف شی ہے نیز ملائکہ اور ہمارا حال مساوی نہیں۔ ملائکہ کے لئے کوئی حجاب، رکاوٹ اور پردہ نہیں۔ وھذا اجلی لاخفاء فیہ۔

معزز قارئین کرام! ایمان اور علم میں صرف اور صرف یہ فرق ہے کہ علم، عقل کا نتیجہ ہے۔ حواسِ خمسہ (دیکھنے، سننے، چکھنے، سونگھنے اور چھونے کی قوتوں) کا ثمرہ ہے لیکن ایمان ان قوائے مدرکہ اور حواس و مشاعر کے دائرہ سے کہیں بلند اور ماوراء اشیاء کو بن دیکھے صرف اور صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بتانے پر تسلیم کر لینے کا نام ہے۔ خدا کو کس نے دیکھا، وہ کیسے ہے، ملائکہ، جنّت، دوزخ کا کس نے مشاہدہ کیا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ محض عقل سے کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ قرآن ہے، اسی لئے تو کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سابقہ لوگوں کی کہانیاں ہیں، کوئی ان کو آکر بتلاتا ہے سو یہ ہمیں پڑھ کر سناتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں تو متقین کی صفت ہی یہ بیان کی گئی ہے یؤمنون بالغیب وہ اَن دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ جب آپ ان سب اشیاء کو بن دیکھے بغیر عقل کے فیصلے مانتے ہیں تو پھر آخر صرف حیات بعد الموت کو آپ اپنی عقل کی کسوٹی سے کیوں ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

(۳) تمام کتب حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زبان وحی ترجمان سے معراج کا واقعہ موجود ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رفیع القدر سفر میں حضرت عیسٰیؑ، موسٰیؑ، ابراھیم علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے پاس سے گذر ہوا تو وہ حضرات کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز یہ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام بیت المقدس میں جمع ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور امامت کرائی۔ پھر مختلف آسمانوں پر ان حضرات انبیاء کرام علیہم السّلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ آپ کو خوش آمدید کہا۔ حریم ناز سے واپسی پر حضرت موسٰی علیہ السّلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بتکرار عرض کیا کہ نمازوں کی یہ تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ کی امّت یہ بوجھ نہیں اُٹھا سکے گی۔

انصاف فرمائیے۔ کہ کیا ان افعال کو سرانجام دینے والے مردہ ہو سکتے ہیں؟

(۴) عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من صلےّ علےّ مائۃ فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ لہ مائۃ حاجۃ سبعین من حوائج الاخرۃ وثلاثین من حوائج الدنیا وکل اللہ بذٰلک ملکا یدخلہ فی قبری کما یدخل علیکم الھدایا یخبرنی من صلےّ علےّ باسمہ و نسبہ وعشیرتہ فاثبتہ عندی فی صحیفۃ بیضاء۔

(بیہقی - ترغیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی مروی ہے کہ جو شخص مجھ پر جمعرات اور جمعہ کو سو دفعہ درود شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ سترّ آخرت کی اور تیس ۳۰ دنیا کی۔ اس درود شریف پر اللہ تعالےٰ ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے جو اس درود شریف کو مجھ پر یوں پیش کرتا جیسے تم ایک دوسرے کو تحائف پیش کرتے ہو۔ اور وہ فرشتہ مجھے بتاتا ہے کہ فلاں قبیلے فلاں نسب کے فلاں نام کے آدمی نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ سو میں اسے اپنے پاس موجود نفیس کتابچہ میں لکھ لیتا ہوں۔

غور کیجئے۔ سننا، سمجھنا، جواب دینا، لکھنا اور کھڑے ہو کر نمازیں پڑھنا کیا مُردوں کے بس میں ہوتا ہے؟ اور مزید سنیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انّ علمی بعد موتی کعلمی فی الحیاۃ (ابن مندہ۔ اصبہانی) تمہارے ان اعمال کی مجھے خبر ہو جاتی ہے تم اس میں شک نہ کرو میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ بغیر کسی شک کے جان لو کہ میرے علم وشعور کی کیفیت میری موت (ظاہری عارضی) کے بعد بھی وہی ہوگی جو اس حیات (دنیوی، ظاہری) میں ہے۔

(۵) امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے اپنی کتاب حیاۃ الانبیاء ص ۱۳ پر حضرت اوس بن اوس ثقفی سے مروی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد رقم کیا ہے:

افضل ایامکم الجمعة فیه خلق آدم وفیه قبض وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علیّ من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علیّ قالوا وکیف تعرض صلاتنا علیك وقد ارمت یقولون بلیت فقال ان اللّٰه حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔

تمہارے سب دنوں میں افضل دن جمعہ ہے کیونکہ اسی دن حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا۔ اسی دن صور پھونکا جائے گا اور لوگ بے ہوش ہو جائیں گے سو اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ کیونکہ تمہارا درود میرے حضور پیش کیا جاتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ہمارا درود بھلا آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جبکہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ تو حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر (بوجہ تکریم) حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسادِ طاہرہ کو کھائے۔[1]

اس حدیث کو امام ابوداؤد، امام احمد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام دارمی ابنِ خزیمہ، ابنِ حبان، طبرانی (فی الکبیر)، سعید بن منصور، ابنِ ابی شیبہ اور امام حاکم نے اپنی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ المختصر یہ کہ یہ حدیث صحیح احادیث کے اکثر مجموعوں میں موجود ہے۔ اس حدیث کے بارے میں حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے انه علی شرط البخاری ولم یخرجاه۔ یہ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرائط تخریج حدیث پر پوری آتی ہے تاہم صحیحین میں یہ حدیث موجود نہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے الاذکار میں اس حدیث کو صحیح ثابت کیا ہے

---

[1] شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربہ القوی فرماتے ہیں، و ظاہر آنست کہ ناخوردن زمین جسد شریف را کہ کنایت است از حیات۔ (مدارج النبوۃ ج ۱ ص ۱۳۸) ظاہر ہے کہ زمین کا جسد شریف کو نہ کھانا حیات سے کنایہ ہے (کیونکہ جواب سائل ہے)۔

حافظ عبد الغنی اور حافظ منذری نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ابن دحیہ کا ارشاد
ہے صحیح محفوظ۔ یہ حدیث صحیح محفوظ اور عادل رواۃ کی روایت ہے۔ امام بخاری علیہ
رحمۃ الباری نے اس حدیث کے ایک راوی "حسین بن علی الجعفی جو کہ اس حدیث کو
عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کر رہے ہیں" کے بارے میں اپنی کتب
میں لکھا ہے کہ حسین بن علی کو عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر سے سماع حاصل نہیں بلکہ
وہ عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم سے روایت کرتے ہیں جو کہ منکر الحدیث ہے لیکن
غلطی سے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر کہتے ہیں اور وہ ثقہ ہیں بعض دیگر حفاظ حدیث
نے بھی یہ علت بیان کی ہے۔ عثمانی صاحب کو یہ چند حروف مل گئے سو ان پر خوب
حاشیہ آرائی کی سو مناسب ہوگا کہ یہاں ذرا تفصیل سے کام لیا جائے حسین بن علی
الجعفی کی علم و نقد حدیث میں جلالت اور رسوخ کو ائمہ حدیث نے خراجِ تحسین
پیش کیا ہے ان کی ثقاہت و دیانت و عدالت پر اتفاق ہے اور عبد الرحمٰن بن یزید
بن جابر، حسین بن علی کے ہم عصر تھے اور ان کی کوفہ میں تشریف آوری بھی ثابت ہے
جس طرح کہ عبد الرحمٰن بن یزید بن تمیم کوفہ آئے سو ممکن ہے کہ ابن جابر کوفہ آتے
ہوں اور حسین بن علی الجعفی نے ان سے یہ حدیث سنی ہو اس حدیث کی اسناد
متعددہ میں حسین بن علی نے عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر یعنی انہوں نے بذاتِ خود
مجھے یہ حدیث سنائی کہہ کر حدیث بیان کی ہے یہ بات عقل سے کوسوں دور ہے کہ
حسین الجعفی جیسا معتبر، ثقہ، صاحب علم و نقد اور دیانت و امانت میں مشہور شخص
ابن جابر سے کوئی حدیث سنے بغیر کہہ دے کہ میں نے ان سے سنی ہے حقیقت یہ
ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو دونوں عبد الرحمن سے سماع حاصل تھا لیکن بوجوہ
امام بخاری علیہ رحمۃ الباری و بعض دیگر ائمہ کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی (اور اس
کی کئی مثالیں ہیں اور نہ ہی یہ ناممکنات میں سے ہے) حافظ ابو الحجاج مزی نے تہذیب

میں ابن جابر کے تذکرہ میں صراحت کی ہے۔ کہ حسین بن علی اور ابو اسامہ دونوں
نے ان سے روایت کیا ہے اور ان سے حسین بن علی کی روایت مستند سمجھی جائے گی
اور اس طرح حافظ دار قطنی نے بھی لکھا ہے کہ حسین بن علی الجعفی کو عبدالرحمٰن
بن یزید بن جابر سے سماع حاصل ہے سو بات واضح ہو گئی کہ اس حدیث کے
راوی اول سے لے کر آخر تک ثقہ، عادل اور تام الضبط ہیں اسی لئے تو دیگر ائمہ
حدیث نے اس حدیث کی تصحیح و تصدیق اور ثقاہت کو ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر
ہی تو ابن دحیہ نے کہا:

انہ صحیح بنقل العدل عن العدل ومن قال انہ منکر او غریب
لعلۃ خفیۃ بہ فقد استروح لان الدار قطنی ردھا۔

(مرقاۃ المفاتیح ج ۳ ص ۲۳۹)

یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے راوی یکے بعد دیگرے عادل ہیں اور جن حضرات
نے اس حدیث میں کسی علتِ خفیہ کو تصور کرتے ہوئے اسے منکر یا غریب کہا ہے
انہوں نے اس معاملے میں پوری چھان بین نہیں کی اور اگر بفرض محال ایک منٹ
کے لئے اسے ضعیف تصور کر بھی لیا جائے تو پھر بھی تعددِ طرق (مختلف واسطوں سے
مروی ہونے) کی وجہ سے اس کا ضعف جاتا رہے گا جس طرح کہ علماء اصول حدیث
نے تصریح کی ہے اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کی
شاہد وہ تمام احادیث ہیں جو حضرات ابو ہریرہ، ابو درداء، ابو امامہ، ابو مسعود،
انس، حسن رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہیں اور ان سے لفظاً و معناً
اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔

کتنے ایسے راوی ہیں کہ دیگر ائمہ فن اور ناقدین نے انہیں متروک ضعیف
اور منکر کہا ہے لیکن امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی احادیث کی تخریج کی ہے۔

کسی بھی راوی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے دیکھی جائے وگرنہ شاید ہی کہ کوئی ایسا راوی ہو جس کے بارے میں جرح کے اقوال وارد نہ ہوئے ہوں آپ حضرات بخوبی واقف ہوں گے کہ امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی کے متعلق بعض حضرات نے جرح کرتے ہوئے انتہائی شدید بلکہ نازیبا اور ناگفتہ بہ کلمات کہے ہیں۔ لیکن امت مسلمہ کی اکثریت کا ان کے بارے میں نظریہ واعتقاد آپ سے مخفی نہیں۔

(۶) علامہ ابن قیم الجوزی متوفی ۷۵۱ھ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کے موضوع پر اپنی کتاب "جلاء الافہام فی ذکر الصلوٰۃ علےٰ خیر الانام" میں امام طبری کی سند سے ایک حدیث نقل کی ہے یہ حدیث مع ترجمہ[1] از قاضی محمد سلیمان منصور پوری ملاحظہ ہو۔

"طبرانی نے دوسری سند کے ساتھ ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلّی علیّ الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل الاجساد الانبیاء۔

جمعہ کے دن درود بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ یوم مشہود ہے۔ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ جو بندہ درود پڑھتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ عرض کیا گیا حضور کی وفات کے بعد بھی؟ فرمایا وفات کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھا(نا حرام کر دیا ہے)۔

---

[1] میں نے عمداً قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کا ترجمہ ذکر کیا ہے تاکہ ان کی شہادت بھی شامل ہو جائے۔ (خالد)

اسماع الخلائق قائم علی قبری فما من احد یصلی علیّ صلاۃ الا بلغنیھا۔

تمام مخلوقات کی آوازیں سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے تو جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فرشتہ مجھے پہنچا دیتا ہے۔

الترغیب میں بحوالہ امام بزار حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

الّا ابلغنی باسمہ واسم ابیہ ھذا فلان بن فلان یصلی علیک۔

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ فرشتہ مجھے درود خواں کا نام اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ "یا رسول اللہ آپ کے فلاں بن فلاں غلام نے آپ پر درود بھیجا ہے"۔ اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے علامہ سخاوی نے القول البدیع ص۱۱۲ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

"پھر اللہ تعالیٰ اس کے ہر درود کے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔

(۹) امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حبر الائمۃ رأس المفسرین، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد [illegible] کرتے ہیں:

لیس احد من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علیہ صلوٰۃ الا وھی تبلغہ یقول لہ

رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا جو امتی بھی آپ پر درود بھیجتا ہے وہ آپ کو پہنچ جاتا ہے[لہ]۔ فرشتہ حضور انور صلی

حارث نے اپنی مسند، ابن ابی عاصم نے اپنی کتاب، طبرانی نے معجم کبیر، رویانی نے اپنی مسند، ابن حراح نے اپنی امالی، ابن نصر طوسی نے اپنی کتاب احکام اور بزار نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ (القول البدیع، جلاء الافہام) امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ص۱۱۲ پر اس حدیث کی صحت ثابت کی ہے۔

[لہ] اس سے پہلے گذرا کہ ملائکہ سیاحین درود وسلام پہنچاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی سماع فرما لیتے ہیں اور ان احادیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ایک عظیم الخلقت فرشتہ نبیٔ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار پر موجود ہے اور وہ تمام دنیا میں سے درود وسلا

فلان یصلی علیك كذا وكذا ― علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے "فلاں شخص یوں

(حیاۃ الانبیاء ص۱۸) ― یوں آپ پر درود پڑھ رہا ہے۔"

اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر بسند الامام حضرت سلیمان بن سحیم کا قول نقل ہے:

رأیت النبی فی النوم ― میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب

فقلت یا رسول اللہ ھٰؤلاء الذین ― میں زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ!

کی آواز سن کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتا ہے۔ اس میں کوئی منافات یا ضد نہیں روزمرہ کا مشاہدہ اس کیفیت کی تائید کرتا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی فیض الباری ص۳۰۲ ج۲ پر لکھا ہے: واعلم ان حدیث عرض الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یقوم دلیلا علی نفی علم الغیب وان کانت المسئالۃ فیہ ان نسبۃ علمہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلمہ تعالیٰ کنسبۃ المتناھی بغیر المتناھی لان المقصود بعرض الملائکۃ ھو عرض تلك الکلمات بعینھا فی حضرتہ العالیۃ علمھا من قبل او لم یعلم کعرضھا عند رب العزۃ ورفع الاعمال الیہ فان تلك الکلمات مما یحیا بہ وجہ الرحمٰن فلا ینفی العرض العلم فالعرض قد یکون للعلم واخریٰ لمعان اخر فاعرف الفرق۔ یعنی اس چیز کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں صلوٰۃ وسلام بواسطہ فرشتہ پیش ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث نفی علم غیب کی دلیل نہیں اگرچہ اس مسئلہ میں حقیقت تو یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی اللہ جل مجدہ کے علم کے ساتھ نسبت کی مثال وہ نسبت ہے جو متناہی کو غیر متناہی سے ہوتی ہے ملائکہ کے ذریعے عرضِ صلوٰۃ وسلام سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں بعینہ انہی کلمات کو پہنچانا ہوتا ہے۔ حضورؐ کو پہلے سے علم ہے یا نہیں اس کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ جس طرح کہ ملائکہ مسلمانوں کے احوال واعمال اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔ اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور اس عرض ملائکہ ورفع اعمال کا علم الٰہی کے وجود وعدم سے کوئی تعلق نہیں۔

یاتونك فیسلّمون علیك افتفقه سلامهم قال نعم وارُدّ علیهم۔ — یہ لوگ جو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں سلام عرض کرتے ہیں تو کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں اور ان کو سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔

اسی قول سلیمان بن سحیم کو امام سخاوی نے بھی ذکر کیا ہے۔ نیز حضرت ابراہیم بن شیبان کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ کہ وہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر السلام علیك یارسول اللہ عرض کیا تو قبر شریف سے جواباً ارشاد مرحمت ہوا: وعلیك السلام۔

اور حضرت الشیخ ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ما فحت بکفی هذه رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم۔ (فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر هیتمی ص۲۵۶) — میں نے اپنے اس ہاتھ کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی نے آیات طیبات، احادیث کریمہ، ساری امّت کے اجماع اور عقل و شعور کے خلاف ایک نئی بات یہ بھی نکالی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ان قبور میں نہیں بلکہ ان کی ارواح جنّت میں ہیں۔ ان قبور میں کچھ بھی نہیں (نعوذ باللہ من ذالك) اوپر مذکورہ تمام احادیث کا بنظرِ غائر ایک بار پھر مطالعہ فرمائیے کیا ان میں انہی زمینی قبور کا ذکر ہے یا جنّت کا یا کائنات کے کسی اور گوشے میں زمین کے علاوہ مثالی قبور کا۔

قارئین کرام! یاد رکھئے قرآنی آیاتِ مقدسہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں قبر مطلقاً مٹی کا ڈھیر یا گڑھا نہیں اور نہ ہی ان میں مدفون، جمادات کی طرح بے حس و حرکت اور بغیر کسی ادراک و شعور کے ہوتے ہیں اہلِ سنّت

(احناف، شوافع، حنابلہ، اور مالکیہ) کی تمام کتب عقائد میں درج ہے کہ میّت کو بے حس و حرکت اور قبر کو مٹی کا ڈھیر مثل جمادات سمجھنا بعض معتزلہ اور روافض کا مذہب ہے اہلِ سنّت کا نہیں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب و سنّت مملو و مشحون اند کہ دلالت میکند بر وجود علم موتیٰ را بدنیا و اہلِ دنیا پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔

(اشعة اللمعات ج سوم ص۴۰۱)

الغرض قرآن و حدیث کا دامن ایسے دلائل سے پُر ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو دنیا اور اہلِ دنیا کا علم ہوتا ہے سو اس بات کا انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ مگر وہ جو احادیث سے ناواقف اور دین کا منکر ہو۔

اور شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن اوشبہ نیست۔" (فتاوی عزیزیہ فارسی ج۱ ص۹۱)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسی فارسی فتاویٰ کا ترجمہ مولوی عبدالواجد نولوی نے کیا ہے اس میں مذکورہ فارسی عبارت کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

"حاصل کلام اگر انکار ادراک و شعور اموات کا کفر نہ ہو تو اس کے الحاد (بے دینی) ہونے میں کچھ شبہ بھی نہیں۔"

(فتاویٰ عزیزی اُردو ص۱۴۳ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث علامہ انور شاہ کشمیری اپنی تصنیف فیض الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

"والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر۔

یعنی سماع اموات پر دلالت کرنے والی احادیث حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں"۔
یاد رہے کہ یہ عام اموات کے بارے میں ہے شہداء، صالحین، انبیاء کرام
سرور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تو شان ہی نرالی ہے۔ ان لوگوں کی توصفات
شان ہی اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ کبھی بھی نیست و نابود اور مٹی میں مل
مٹی اور قبور میں فناء نہ ہوں۔ بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:
"بالفعل قابلِ گوش نہادن یہ بات ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً
سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں غور و تامل کیجئے تو ارباب اذہان
متوسط کو بھی بنسبت بقاء حیات انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرور انبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم وہ یقین حاصل ہو جاتا ہے جو اربابِ حدس کو بمجرد ملاحظہ
خصائص و خواص مذکور کے باعث انشراحِ خاطر ہوتا ہے۔

(آبِ حیات ص۱۴۱ مطبع قدیمی دہلی)

میں اس وقت قبر اور اس میں ثواب و عذاب کی مزید تفصیل میں نہیں پڑنا چاہتا
اہلِ خرد کے لئے مذکورہ بالا احادیث ہی کافی ہیں۔ صرف تین انتہائی ایمان افروز
احادیث ذکر کرتا ہوں۔ سرکارِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من زار قبری وجبت له شفاعتی۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے
میری شفاعت ضرور ہوگی۔
(شفاء السقام)

ما بین منبری و روضتی روضة من ریاض الجنة۔ میرے منبر اور روضے کے درمیان کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔
(شفاء السقام)

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔ جس نے حج کیا اور میری زیارت کو نہ آیا
اس نے مجھ پر ظلم کیا۔
(شفاء السقام)

کتنے دکھ کی بات ہے کہ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرمائیں کہ میری قبر کی زیارت سبب حصولِ شفاعت ہے۔ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور جو شخص حج کرے لیکن میری قبر کی زیارت نہ کرے وہ ظالم ہے۔ اور ستمگر بھی ایسا جس نے محبوبِ رب العلمین پر ستم ڈھایا اور یہ صاحب، قبر انور میں ان کی حیات کا ہی انکار کر کے ان احادیث صحیحہ کے منکر تو خود اور دوسروں کو مشرک و کافر کہیں۔ ع

قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

ان احادیث کا بنظر غائر مطالعہ کیجئے اور پھر غور فرمائیے کہ اگر قبر اعلیٰ علیین یا جنت کے کسی اور گوشے میں ہوتی تو کیا اہلِ دنیا کے لئے اس کی زیارت ممکن تھی؟ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اس زائر کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی" کا کیا مطلب؟ اور حضور پر نور ؐ نے واضح طور پر فرما دیا کہ میرے منبر اور روضے کی درمیانی جگہ جنت ہے۔ کیا منبر نبوی اعلیٰ علیین میں تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بیٹھ کر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ روضہ بھی وہاں ہی تسلیم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی منبر رسول اور روضۂ نبوی کی بات ہے جو مسجد نبوی میں واقع ہے۔ میں بڑی دلسوزی سے عرض کروں گا کہ حجاج کرام سے دریافت کیجئے کہ وہ اس مقام پر کھڑے ہو کر کس کیف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اگر قبر انور میں آپ صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تو پھر یہ کیف و سرور اور انس و غم گساری کیسی؟ ذرا اس ارشاد نبوی کو غور سے پڑھیئے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم خود فرما رہے ہیں کہ میں اسی قبر میں ہوں گا۔ درود پڑھنے والے کے لئے استغفار کروں گا کیونکہ اس کے درود بھیجنے سے مجھے خوشی اور راحت محسوس ہو گی (حضور ؐ زندہ ہوں گے تو یہ چیزیں ہوں گی)۔

(۱۰) حدثنا عمر بن حبیب القاضی بن عروۃ عن ابیه عن عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ما من عبد صلّٰی علیّ صلٰوۃ الاعرج بها ملك حتی یجیئ بها وجه الرحمٰن عزوجل فیقول ربنا تبارك وتعالٰی اذهبوا بها الٰی قبر عبدی یستغفر لصاحبها وتقر بها عینه۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھے گا کہ ایک فرشتہ اس کو لے جاکر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پیش نہ کرے اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ یہ (تحفہ) میرے بندے (یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) کی قبر پر لے جاؤ تاکہ وہ پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت کرے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

("جلاء الافہام" مصنف ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۵۱ھ۔ ترجمہ از مولانا شاکر حسین صدیقی دیوبندی ص۶۷ مطبوعہ مدینہ بک ایجنسی بجنور)

اسی حدیث کو امام سخاوی رحمۃ ا[illegible] نے القول البدیع ص۱۱۸ پر ذکر کیا نیز فرمایا کہ یہ حدیث دیلمی رحمہ اللہ نے اپنی مسند الفردوس میں بھی ذکر کی ہے۔ خط کشیدہ الفاظ دوبارہ مطالعہ فرمائیں۔ ہمارا مدعا روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۱۱) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حیات انبیاء کے ثبوت میں اپنی تصنیف انباء الاذکیاء ص۵۵ پر مسند امام احمد متوفی ۲۴۱ھ، سنن امام ابی داؤد متوفی ۲۷۵ھ اور شعب الایمان امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے

ہیں:

"ما من احد یسلم علیّ الا رد اللّٰہ علیّ روحی حتی ارد علیہ السلام"

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ میری روح کو (عالمِ مشاہدہ و استغراق سے واپس) میری طرف لوٹاتا یعنی متوجہ کرتا ہے۔ تاکہ میں اس سلام کرنے والے کو جواباً سلام کہوں۔ اسی حدیث کی تفصیل میں امام سیوطیؒ، شیخ تاج الدین ابن الفاکہانی کا قول نقل فرماتے ہیں:

روینا فی الترمذی[۲] قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما من احد یسلم علیّ الا رد اللّٰہ علیّ روحی حتیٰ ارد علیہ وسلم۔ یوخذ من ھٰذا الحدیث ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حیّ علی الدوام وذلک انہ محال عادۃ ان یخلو وجود کل زمان من واحد

---

[۱] طبرانی اور ابن بشکوال نے اسی حدیث کو اپنی کتاب میں مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی و طبرانی اس کی سند کو حسن فرماتے ہیں۔ امام نووی نے الاذکار میں اس کی تصحیح کی ہے ابن حجر نے اس کے تمام رواۃ کو ثقہ فرمایا ہے۔ امام سبکی شفاء السقام میں رقم طراز ہیں اعتمد جماعۃ من الائمۃ علیٰ ھٰذا الحدیث الخ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرانور کی زیارت کرنا مستحب ہے اور ان کا یہ اعتماد صحیح ہے اس کو ثابت کرنے کے لئے ائمہ کی ایک جماعت نے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ ابن قیم نے بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ حضرت جلال الدین سیوطی اس حدیث شریف کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

"وقد قال بعض الحفاظ لو لم تکتب الحدیث عن ستین وجھا ما عقلناہ۔

(الحاوی ج۲ ص۱۵۵)

یعنی بعض حفاظ نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث ۶۰ طرق سے مروی نہ ہوتی تو اسے ہم معقول نہ سمجھتے"۔ اقول جو حدیث ۶۰ طرق سے مروی ہو اس میں ضعف کا ادنیٰ ترین شمہ بھی نہیں رہتا بلکہ حدِ تواتر کو متصل ہو جاتی ہے۔

[۲] حدیث [illegible] میں نہیں سنن ابی داؤد میں ہے کما قال السیوطی۔ شاید امام تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاتب کو سہو ہو گیا تھا۔ (خالد)

مسلم علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم لیلا و نہارا۔

فرماتے ہیں یہ حدیث اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی طور پر زندہ ہیں کیونکہ اس دنیا میں شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں کوئی نہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والا نہ ہو۔ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے "رد روح" (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آپ کی طرف لوٹائی جاتی ہے) کی تشریح میں علامہ سیوطی رقم طراز ہیں:

وھو ان یکون الروح کنایۃ عن السمع و یکون المراد ان اللہ تعالیٰ یرد علیہ سمعہ الخارق للعادۃ بحیث یسمع سلام المسلم وان بعد قطرہ ویرد علیہ من غیر احتیاج الی واسطۃ مبلغ ----- وھٰذا قد ینفک[1] فی بعض الاوقات و یعود لا مانع منہ وحالتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی البرزخ کحالتہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، والاشان (جب بھی مجھ پر کوئی سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹاتا ہے) کا مطلب یہ بھی ہے کہ روح کا لفظ یہاں بطورِ کنایہ سمع (سننا) کے لئے مستعمل ہے جب بھی کوئی سلام پیش کرنے والا سلام عرض کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور پُر نور کو بطور معجزہ عام حالات سے کہیں زیادہ قوی سماعت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آپ سلام کرنے والے کا سلام بذاتِ خود سنتے ہیں اگرچہ وہ روئے زمین کے دور افتادہ قطر کا باشندہ ہو۔ اور اس کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ درمیان میں کسی مبلغ (سلام و پیام پہنچانے والے) کی ضرورت نہیں رہتی

---

[1] امام سیوطی رحمہ القوی کے ان جوابات سے عثمانی صاحب کے اس حدیث پران کے عقلی شبہات کا رد ہوگیا۔

في الدنيا سواء۔
---- ويخرج من هٰذا
جواب آخر وهو
ان المراد برد الروح
التفرّغ من الشغل و
فراغ البال مما هو
بصدده في البرزخ
من النظر في اعمال
امته والاستغفار لهم
من السيّئات والدعاء
بكشف البلاء عنهم
والتردد في اقطار
الارض لحلول البركة
فيها و حضور جنازة
من مات من صالحي
امته فانّ هٰذه
الامور من جملة
اشغاله في البرزخ
كما وردت بذٰلك
الاحاديث والآثار
فلمّا كان السلام

ویسے عمومی قوّتِ سماعت تو حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کو ہر آن حاصل ہے۔ اور آپ
اسی طرح سنتے ہیں۔ لیکن بطور معجزہ یہ خارق
عادت قوت سماعت کبھی آپ سے جدا بھی ہو
جاتی ہے۔ اور پھر آپ کی طرف لوٹتی ہے (اور
روح کے لوٹائے جانے سے یہی مراد ہے)۔
اور اس زبردست قوتِ سماعت کے حصول
ورد میں کوئی مانع نہیں کیونکہ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بعد از موت بالکل
بعینہٖ دنیاوی حالت کی طرح ہے۔ اور اس
دنیاوی زندگی میں بھی آپ آسمانوں اور
عرش بریں کی آوازیں سن لیا کرتے تھے۔ نیز
رد روح کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان امور سے
جن میں آپ عالم برزخ میں مشغول ہیں سلام
پیش کرنے والے کی خاطر فراغت اور یکسوئی
حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً امّت کے اعمال کا
مشاہدہ کرتے ہیں۔ امت کی لغزشوں اور
خطاؤں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ اپنی اُمّت
سے عذاب اور آفات و بلیات دور رہنے
اور کرنے کی دعائیں کرتے ہیں۔ لوگوں کو

عليه من افضل
الاعمال واجل
القربات اختص
المسلم عليه
بان يفرغ
له من اشغاله
المهمة لحظة
يرد عليه
فيها تشريفا
ومجازاة

(انباء الاذكيا ص۶۳)

اپنی برکات سے فائدہ پہنچانے کے لئے زمین
کے مختلف اطراف واقطار میں گردش فرماتے
ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ تمام
برزخی اعمال مبارکہ احادیث شریفہ اور
اسلاف کرام کے اقوال کریمہ سے ثابت
مبرھن ہیں۔ چونکہ حضور پرنور شافع یوم النشور
کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کرنا تمام
اعمال سے افضل اور جملہ عبادات سے بزرگ
وبرتر ہے۔ لہٰذا عظمت وشوکت سے معمور
ایسی عبادت یعنی بارگاہ نبوی میں سلام عرض
کرنے والوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی
گئی کہ حضور انور بذاتِ خود دیگر مہمات واشغال
سے تھوڑے وقت کے لئے توجہ پھیر کر اسے
سلام کا جواب مرحمت فرمائیں اور اس طرح
اس شخص کو حضور کی طرف سے سلام کا شرف
حاصل ہوجائے اور اپنے سلام کا نہایت
ہی حسین اور افضل واعلیٰ جواب مل جائے۔

(۱۲) امام مسلم اپنی صحیح میں امام احمد بن حنبل کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما کا فرمان نقل کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول الله صلے الله عليه وآله وصحبه وسلم
مر بوادی الارزق فقال ای واد هذا فقالوا هذا وادی الازرق

قال کانی انظر الی موسیٰ ھابطا من الثنیة وله جؤار الی الله بالتلبیة ثم اتی علی ثنیة ھرشیٰ فقال ای ثنیة ھذہ قالوا ثنیة ھرشی فقال کانی انظر الیٰ یونس بن متی علی ناقة حمرآء جعدة علیه جبة من صوف خطام ناقته خلبة وھو یلبی قال ابن حنبل فی حدیثه قال ھشیم یعنی لیفا۔ (صحیح مسلم ج۱ ص۹۳)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ ازرق سے گذر فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ کانوں میں انگلیاں رکھے ثنیہ سے اتر رہے ہیں اور بلند آواز سے تلبیہ (لبّیک اللّٰھم لبیک) پڑھ رہے ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ثنیہ ہرشی تک پہنچے تو فرمایا میں یونس بن متی (علیہ السلام) کو اُونی جبہ پہنے ہوئے سرخ اور مضبوط اونٹنی پر سوار آتے دیکھ رہا ہوں۔ ان کی اونٹنی کی مہار درخت کی چھال کی ہے اور وہ بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں۔

(۱۳) امام مسلم۔ امام مالک کی سند سے حضرت عبداللہ بن عمر کا ارشاد روایت کرتے ہیں:

ارانی لیلة عند الکعبة فرأیت رجلا آدم کاحسن ما انت رأٍی من الرجال من آدم الرجال له لمة کاحسن ما انت رأی من اللمم قد رجلھا فھی تقطر ماء متکئا علی رجلین اوعلی عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من ھذا فقیل المسیح بن مریم۔ انتھی بقدر الکفایة۔ (مسلم ص۹۵)

یعنی حضور فرماتے ہیں میں نے آج رات خانہ کعبہ کے پاس ایک گندمی

رنگ کے آدمی کو دیکھا جو اس قدر خوبصورت تھا جتنا تم کوئی گندمی رنگ والا دیکھ سکتے ہو اور جن کی زلفیں ان آنکھوں دیکھی زلفوں سے کہیں خوبصورت تھیں اور انہوں نے ان زلفوں کو کنگھی کی ہوئی تھی، دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے تھے میں نے پوچھا کون ہیں؟ تو مجھے بتایا گیا کہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔

(۱۴) مسلم شریف کے اسی صفحہ پر حضرت جابرؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام مجھے دکھائے گئے حضرت موسیٰ قبیلہ شنوءۃ کے آدمیوں کی طرح ہیں۔ حضرت عیسےٰ کی شکل کے مشابہ عروہ بن مسعود ہیں اور حضرت ابراہیم کا حلیہ مجھ سے مشابہ تھا۔ جبریل کو دحیہ بن خلیفہ کی صورت وشبیہہ کے مطابق دیکھا۔

یہ تینوں واقعات عالمِ بیداری کے ہیں جس طرح کہ احادیث کے الفاظ (کہ حضور اکرم وادی سے گذر رہے تھے وغیرہ) سے ہویدا ہے۔ لیکن اگر کوئی ان کو عالم خواب پر ہی معمول کرنے پر بضد ہو تو پھر بھی ہمارا موقف حیات انبیاء وتصرف در جہان ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رؤیاء الانبیاء وحیٌ (صحیح بخاری ص ۲۵ ج ۱)

انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بالکل سچے اور مبنی بر وحی ہوتے ہیں۔

ناظرین کرام! ان چند احادیث مسطورہ میں بار بار غور فرمائیے۔ ان احادیث کا ایک ایک جملہ ببانگِ دھل اعلان کر رہا ہے کہ:

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور پر نور میں بحیاتِ حقیقی جسمانی تشریف فرما ہیں۔

(۲) اپنی قبور میں قیام فرماتے ہوئے نمازیں پڑھتے ہیں۔ باذن اللہ تعالیٰ حج کرتے ہیں نیز عالم بالا وزیریں میں مختلف تصرفات کرتے ہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد

شریف کو کوئی گزند پہنچائے۔

④ ایک جلیل القدر اور عظیم الشان فرشتہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر موجود ہے۔ جو تمام روئے زمین پر موجود درود و سلام پڑھنے والوں کے درود و سلام کو حضور پر نور کی بارگاہ بیکس پناہ میں اُن کے تفصیلی تعارف کے ساتھ عرض کرتا ہے۔

⑤ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امتیوں کا صلوٰۃ و سلام جس کیفیت میں بھی ہو پیش کیا جاتا ہے اور سرکارِ اقدس خود سماع فرماتے ہیں جواباً سلام کا تحفہ مرحمت فرماتے ہیں۔

⑥ ہمارا درود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب ہمارے تفصیلی تعارف کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک روشن اور نفیس کتابچہ میں تحریر فرماتے ہیں اور ہمارے درود پیش کئے جانے کی کیفیت بالکل یوں ہوتی ہے۔ جیسے ہم دنیا میں ایک دوسرے کو ہدایا اور تحائف دیتے ہیں۔ دینے والا عقیدت و مسرّت کا اظہار کرتا ہے اور قبول کرنے والا بھی فرحت و انبساط اور کرم گستریوں سے خوب خوب نوازتا ہے۔

⑦ شبِ معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُرخ ٹیلہ کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قبر سے گزر فرمایا تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

⑧ تمام انبیاء کرام علیہم السّلام نے بیت المقدس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔

⑨ حضرات آدم، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، ادریس اور عیسےٰ علیہم الصلوٰۃ و السلام نے آسمانوں پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اہلاً وسہلاً و مرحبا کہا۔

(۱۰) حریم نازمیں محبوب ربّ العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ ربوبیّت سے امّت کے لئے پچاس فرض نمازوں کا تحفہ ملا۔ واپسی پر حضرت موسیٰ نے دریافت کیا کہ حبیب کو حبیب سے کیا تحفہ ملا جواباً حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور نمازوں میں تخفیف کرائیے۔ آپ کی اُمت میں یہ طاقت نہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مقام قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی پر تشریف لے گئے۔ پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر یہی کہا۔ المختصر نو مرتبہ یہی معاملہ ہوا۔

(۱۱) اس سفر میں فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السّلام کو کھڑے ہوئے نماز ادا فرماتے ملاحظہ فرمایا۔

(۱۲) بہ قربِ قیامت حضرت عیسےٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسّلام آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پہ حاضر ہو کر یا محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) پکاریں گے تو حضورؐ انہیں جواب مرحمت فرمائیں گے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام براہ راست نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہدایات اور احکامِ شریعتِ مصطفوی لیں گے۔

(۱۳) جب [illegible] نبوی میں کوئی اذان واقامت والا نہ تھا تو رسول کریم صلی اللہ [illegible] برانور سے اذان واقامت کی آواز حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے تین دن تک سُنی۔

(۱۴) اور ان سب دلائل سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ یہ تمام احوال وکیفیات اسی قبر کے ہیں۔ کائنات کے کسی اور گوشہ میں مثالی قبر کا عقیدہ ان آیات

واحادیث کا انکار اور جملہ امتِ مسلمہ سے اعتزال ہے۔

ناظرین کرام! دوبارہ عرض ہے کہ یہ تمام احادیث صحیح ہیں ان میں کسی لحاظ سے کوئی بھی سُقم اور ضعف نہیں۔ بلکہ یہ تو بمطابق فرمان امام قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، امام سبکی متوفی ۷۴۶ھ، امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، اور بقول ابن تیمیہ متوفی ۷۳۸ھ اور ابن قیم ۱۲۰۶ھ حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نظم المتناثر من الحدیث المتواتر میں ہے:

انّ من جملة ما تواتر عن النبیّ صلے اللہ علیه وسلم حیاة الانبیاء فی قبورهم۔

یعنی وہ تمام احکام جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بنقلِ متواتر ثابت ہیں۔ ان میں سے قبور پر نور میں حیات انبیاء کا عقیدہ بھی ہے۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ

گذشتہ صفحات پر مرقوم آیات کے تفسیری اقوال اور احادیث طیبہ حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔ سو ظاہر ہے کہ ان کا عقیدہ ان روایات متداولہ مشہورہ کے مطابق ہی ہوگا کیونکہ ان حضرات قدسی صفات کے بارے میں قول وعمل کے تضاد کا نظریہ رکھنا بھی ارشادِ نبوی کی صریحاً خلاف ورزی ہے لیکن تنبیہاً بطورِ خاص کچھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔ نیز اس مستقل عنوان سے قارئین کرام پر نہایت درجہ واضح ہو جائے گا کہ ڈاکٹر عثمانی کا قول "اجماعِ صحابہ" کتنا صحیح اور کہاں تک مبنی بر صداقت ہے۔ ڈاکٹر مذکور کے دیگر دلائل کے بارے میں بحث تو آئندہ صفحات میں ہوگی جہاں ہم بفضلِ ایزد تعالیٰ واضح کریں گے کہ ان آیات واحادیث کے مفہوم کو کس طرح توڑ مروڑ کر حضرت عثمانی نے اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کے قول "وفات ختم الرسل پر اجماعِ صحابہ" کے تار و پود یہیں بکھیر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف نے اپنے کتابچہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صکا پر لکھا ہے:

"قرآن وحدیث کے ان دلائل (جن کا عثمانی صاحب کے مدعا سے تفاوت ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ واضح کریں گے) پر صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وفاتِ نبوی پر اجماع ہو چکا ہے"[1] لیکن اب کہا جاتا ہے کہ حیات اور سماع کے بارے میں صحابہ کرام میں بھی اختلاف تھا۔ اور ابن عمر حضرت عائشہ سے اختلاف رکھتے تھے"۔

ناظرین کرام! خدا کے لئے کتب حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے اصل اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ شریف کا تذکرہ تک نہیں بلکہ عام اموات کی بات ہے۔ اور اس میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ذکر فرما رہے ہیں کہ:

ان المیّت یعذب فی قبرہ ببکاء اہلہ علیہ۔ (بخاری)

یعنی "میّت کو اس کی قبر میں اس کے اہل وعیال کے اس پر رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے"۔

جبکہ مقابلے میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صرف اتنا بتا رہی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

انما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ یعذّب بخطیئتہ وذنبہ وان اہلہ لیبکون علیہ الآن۔

یعنی قبر میں میّت کو تو اس کے گناہوں اور غلطیوں کے باعث عذاب ہو رہا ہے اور یہ گھر والے اب بیٹھے اس پر رو رہے ہیں۔ سماع وحیات اموات کے بارے میں چند سطور کے بعد ہم سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ ذکر کریں گے۔ لیکن اس کا کیا ہو کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد بھی ڈاکٹر صاحب کے

---

[1] ذرا اس جملہ کی اُردو بندش ملاحظہ فرمائیے۔

نظریہ دربارۂ قبر و عذاب قبر کی دھجیاں بکھیر رہا ہے[1]۔ ارشادِ نبوی برحق ہے الحق یعلو ولا یعلیٰ کہ حق کی یہ صفت ہے کہ وہ مغلوب نہیں ہوتا غالب آ کر ہی رہتا ہے۔ خیر ڈاکٹر صاحب آگے لکھتے ہیں:

"آخر ابنِ عمر کو مرنے والوں کی حیات اور سماع کے بارے میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف ہو کیسے سکتا تھا جب ان کے سامنے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر ان کے والد عمر بن خطاب اور عائشہ[2] کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے درمیان حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف کے بعد سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا تھا۔"

ناظرین کرام! حقائق سے چشم پوشی بلکہ ان کا صریح ابطال ملاحظہ ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان حیات نبوی بعد از ممات کے بارے میں اختلاف تھا ہی نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس بات پر مصر تھے کہ حضور پر موت طاری ہی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی سی کیفیّت طاری ہے۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے یہ واضح کیا کہ حضور پر موت کا طاری ہونا آپ کی نبوّت اور عظمت کے منافی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیشِ نظر اس دنیا میں بقاء و دوام کسی کو حاصل نہیں۔ اس موقع پر ایک دفعہ موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ

---

[1] کیونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس قبر کی بات کر رہی ہیں جس میں میّت کو تھوڑا پہلے دفن کیا گیا ہے اور اسی قبر میں میّت کے احساس عذاب کو بیان فرما رہی ہیں اور احساس بغیر حیات کے نہیں ہوتا۔

[2] صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اسماء گرامی کے تذکرے کا انداز ملاحظہ ہو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب

حیات حاصل ہونے یا نہ ہونے کا ذکر تک بھی نہیں پتہ نہیں ڈاکٹر عثمانی نے اس واقعہ سے عدمِ حیات و سماع کا اجماع کیسے نکال مارا ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حُسن کرشمہ ساز کرے

مزید آگے لکھتے ہیں:

"اور سب نے مان لیا تھا اب وہ اس دنیا میں قیامت سے پہلے زندہ نہ ہوں گے۔"

ناظرین کرام! جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے میرا ڈاکٹر عثمانی کو چیلنج ہے کہ وہ سند صحیح کے ساتھ نہ سہی، سند ضعیف کے ساتھ ہی کسی صحابی کا یہ قول دکھا دیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قیامت سے پہلے زندہ نہ ہوں گے۔ میں اس موقعہ پر بڑے خلوص کے ساتھ آپ سے گذارش کروں گا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کردہ تمام احادیث اور خصوصاً حدیث ۱۱ کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں آپ پر آفتاب نصف النہار کی مانند واضح ہو جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس فرما رہے ہیں کہ میں قیامت سے پہلے بھی اپنی قبر میں زندہ ہوں گا۔ اس موقعہ پر بخاری و مسلم کی ایک متفق حدیث سے ہمارے نظریئے اور دعوے کی مزید تائید ہوتی ہے۔

جیسے امام بیہقی نے اپنی تصنیف حیاۃ الانبیاء میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے:

لا تفضلوا بین انبیاءِ اللہ تعالیٰ فانہ ینفخ فی الصور لیصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض	تم انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق پر صعقہ طاری ہو

الا من یشاء اللّٰہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاکون اوّل من بعث فاذا موسیٰ آخذ بالعرش فلا ادری احوسب بصعقۃ یوم الطور ام بعث قبلی۔

جائے گا سوائے ان کے جنہیں اللّٰہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھنا چاہے گا۔ پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور سب سے پہلے اس کیفیت سے مجھے افاقہ ہوگا تو اس وقت موسیٰ علیہ السّلام عرش کو پکڑے ہوئے ہوں گے نہ معلوم کہ ان پر غشی طاری ہی نہ ہوگی (کیونکہ کوہ طور کے دن ان پر غشی طاری ہو چکی ہے) یا مجھ سے پہلے وہ اس کیفیت سے نکل چکے ہوں گے۔

ناظرین کرام! اِس حدیث میں بعد از وفات انبیاء کرام کی حیات پر دو لحاظ سے صریح دلالت موجود ہے:

(۱) صعق کے دو معانی ہیں:

ا: بے ہوشی و غشی۔ جس طرح کہ قرآن مجید میں ہے: وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا

ب: موت۔ اور یہ معنے صرف ان کے بارے میں صحیح ہو سکتا ہے جن پر اس وقت موت نہ آئی ہو کیونکہ موت دوبارہ نہیں آئے گی لہٰذا اموات کے حق میں اس کا معنیٰ بے ہوشی ہوگا۔

اب یہ دونوں معنے صرف اس شخص کے حق میں صحیح ہو سکتے ہیں جو اس وقت تک زندہ ہو۔ کیونکہ اگر زندگی ہی نہ ہو تو پھر بے ہوشی یا موت کا طاری ہونا چہ معنیٰ؟ اور یہ بات بھی حضور پر نور نے فرما دی کہ یہ صعق تمام مخلوق پر طاری ہوگا الا ما شاء اللّٰہ خواہ وہ مخلوق من فی السمٰوٰت (آسمان کی بے پناہ پہنائیوں اور بے کراں وسعتوں کی مخلوق) ہو یا من فی الارض (زمین کی اتھاہ گہرائیوں میں مدفون) ہو۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صعق (غشی) طاری ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں ان کو صور پھونکے جانے سے قبل (قیامت سے پہلے) زندہ ماننا پڑے گا اگر ان پر غشی آئے گی تو یہ حیات کو مستلزم ہے اور اگر نہیں آئے گی تو پھر بھی زندہ ماننا پڑے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس وقت یہ حالت بیان فرمائی ہے کہ وھو آخذ بالعرش (عرش بریں کو تھامے ہوں گے)۔

ہمارے اس دعوے پر دلالت کرنے والا ایک اور ارشادِ نبوی پڑھنے کی سعادت حاصل کیجئے:

اذا انتم غسلتمونی و کفنتمونی فضعونی علی سریری ھٰذا علیٰ شفیر قبری ثم اخرجوا عنی ساعۃ فان اول من یصلی علیّ حبیبی وخلیلی جبریل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملک الموت مع جنودہ من الملٰئکۃ باجمعھم ثم ادخلوا علیّ فوجا فوجا فصلوا علیّ وسلموا تسلیما ولا تؤذونی بتزکیۃ ولا برنۃ۔

(کنز العمال برحاشیہ مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۱۴)

جب تم مجھے غسل و کفن دے لو تو مجھے اس چارپائی پر قبر کے کنارے رکھ دینا اور خود تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جانا بے شک سب سے پہلے مجھ پر درود پڑھے گا میرا حبیب و خلیل جبرائیل، پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت اور اس کے ساتھ فرشتوں کا جم غفیر ہو گا۔ اس کے بعد تم لوگ گروہ در گروہ اندر داخل ہو کر مجھ پر درود پڑھنا اور خوب سلام عرض کرنا اور مجھے حد سے بڑھا کر یا رو پیٹ کر اذیت نہ پہنچانا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں کس قدر صراحت موجود ہے کہ آپ پر موت طاری تو ہو گی لیکن اس کا مطلب فنا، یا عدم سماع وشعور و حیات قطعاً نہیں کیونکہ آپ کو فوراً ہی دوبارہ زندگی عطا فرما دی جائے

گی۔ وگرنہ آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ تم گروہ در گروہ اندر آکر مجھے سلام پیش کرنا اور نہ ہی یہ فرماتے کہ چیخ چلّا کر مجھے اذیّت نہ دینا۔ کیونکہ سلام کہنے کا فائدہ اور اس کا سننا نیز اذیت کا پہنچنا اسی کے حق میں متصوّر ہو سکتا ہے جس میں زندگی ہو اس کے حواس کام کرتے ہوں نہ کہ اس کے حق میں جس کے اندر جان کی رمق تک باقی نہ رہی ہو۔

یہ تو تھا عثمانی صاحب کے قول "اجماعِ صحابہ" کا پوسٹ مارٹم۔ اب آئیے روایاتِ صحیحہ کی روشنی میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل اور عقیدہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

قال امام الحرمین رحمہ اللہ ان ماخلفہ بقی علیٰ ما کان فی حیاتہ فکان ینفق ابو بکر رضی اللہ عنہ منہ علی اھلہ وخدمہ وکان یری انہ باقٍ علیٰ ملک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فان الانبیاء احیاء۔

(حیاۃ الانبیاء تقی الدین سبکی صن٤)

امامِ حرمین نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے وہ سارا مال آپ کی ظاہری حیات والی حالت پر ہی باقی رہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے اس ترکہ میں سے آپ کے اہل و عیال اور خدّام پر خرچ کرتے تھے اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ یہ مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیّت میں موجود ہے۔ کیونکہ بلاشبہ[1] انبیاء زندہ ہیں۔

---

[1] شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ ربنا القوی رقم طراز ہیں:

(باقی صفحہ اگلے پر ملاحظہ فرمائیں)

اس دنیا میں زندگی بھر آپ کا یہی معمول رہا اور یہاں سے انتقال اور وصال کے وقت بھی آپ کا یہی نظریہ اور رائے تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیّت

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر کبیر میں زیر آیت:

ان اصحٰب الکہف والرقیم کانوا من اٰیتنا عجبا

(الکہف - ۹)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیّت ذکر کی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اسی وصیّت کو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدتنا عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے:

"عن عائشۃ رضی قالت لما	سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مرض ابی اوصی ان یوتی به	فرماتی ہیں کہ میرے والد کریم ابوبکر صدیق
الی قبر النبی صلے الله علیه وسلم	رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے تو وصیّت

وبعضے از محققین علماء گفتہ اند کہ بنیاد و مدار عدم میراث از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام حیات ایشاں است خصوصًا سیّد الرسل علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا و میراث اموات را میباشد نہ احیاء را۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۴۷) یعنی بعض محققین کا فرمان ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عدم میراث کا باعث ان حضرات خصوصًا سید الرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا باحیات ہونا ہے کہ میراث اموات کا ہوتا ہے احیاء (زندوں) کا نہیں۔ امام الحرمین اور صاحبِ تلخیص کا بھی یہی قول ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرف اشارہ فرمارہے ہیں:

اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح — اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا — جسم پر نور بھی روحانی ہے

ویستاذن له ویقال هٰذا ابوبکر یدفن عندك یارسول الله فان اذن لکم فادفنونی وان لم یؤذن لکم فاذهبوا بی الی البقیع فاتی به الی الباب فقیل هٰذا ابوبکر قد اشتهی ان یدفن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد اوصانا فان اذن لنا دخلنا وان لم یؤذن لنا انصرفنا فنودینا ان دخلوا کرامة و سمعنا کلاما ولم نر احدا۔

(الخصائص الکبریٰ للسیوطی ص۲۸۱ ج۲)

فرمائی کہ مجھے میرے وصال کے بعد روضہ شریفہ پر لے جانا میرے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کی غرض سے عرض کرنا یارسول اللہ! یہ ابوبکر ہیں کیا آپ کے قرب میں انہیں دفن کر دیا جائے۔ اگر تمہیں اجازت مل جائے تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کر دینا ورنہ جنّت البقیع میں لے جانا چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر کیا گیا اور عرض کیا گیا یارسول اللہ! آپ کے یارِ غار حاضر ہیں ان کی خواہش ہے کہ انہیں آپ کے قرب میں دفن کیا جائے انہوں نے ہمیں وصیّت کی تھی سو اگر ہمیں اجازت مرحمت ہو تو ہم روضۂ مقدسہ میں داخل ہوں ورنہ لوٹ جائیں۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس وقت ہمیں ندا کی گئی "انہیں عزت وکرامت کے ساتھ داخل کر دو"۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہم نے یہ کلام تو سنا مگر بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رسول کریم رؤف

رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں جبھی تو وصیت فرمائی۔ اجازت ملنا، ندا کرنا اور کلام کرنا حیاتِ طیبہ کی بیّن دلیل ہے۔

دوسری روایت:

اخرج ابن عساکر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال لمّا حضرت ابا بکر الوفاۃ اقعدنی عند رأسہ وقال یا علی اذا انا متّ فغسلنی بالکف الذی غسلت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذھبوا بی الی البیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستاذنوا فان رایتم الباب قد فتح فادخلونی والا فردّونی الی مقابر المسلمین حتی یحکم اللہ بین عبادہ قال فغسل وکفن وکنت اوّل من بادر الی الباب فقلت یا رسول اللہ! ھٰذا ابوبکر یستاذن فرایت الباب قد فتح فسمعت قائلا یقول ادخلوا الحبیب الی حبیبہ

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقتِ وفات مجھے اپنے سرِ انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ کو غسل دیا اور مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہربار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا۔ ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرما دے۔ حیدرِ کرار فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا کفن دیا گیا۔ تو میں سب سے پہلے جلدی سے درِ اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! یہ ابوبکر حاضرِ دربار ہیں روضۂ منورہ میں

فان الحبیب الی الحبیب مشتاق۔

(الخصائص الکبریٰ ج۲ ص۲۸۲)

داخل ہونے کی اجازت کے طلب گار ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا "دوست کو اس کے دوست کے ہاں داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبئ مکرم شفیعِ معظم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ ہماری عرضداشتوں کو سنتے ہیں۔ رحمۃ للعالمینی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے جواب سے نوازتے ہیں۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو صاف فرما دیتے کہ کہیں دفن کر دینا یہاں تو مٹی میں ہی ملنا ہے ملاقات قیامت کے بعد ہی ہوگی لیکن آپ کا بطور خاص وصیت فرمانا اس بات کا غماز ہے کہ آپ کے نزدیک قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت متبرک، مقدس مقام ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جوار حاصل کرنا کائنات کی نہایت عظیم سعادت اور منافع و برکات کے حصول کا ذریعہ ہے اور اسی لئے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ حجرۂ شریفہ کے اندر بقیہ جگہ میری اپنی قبر ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وقت وصال صرف انہی انوارات تجلیات اور ہمسائیگی کی نوازشات سے ہر وقت متمتع رہنے کے لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آدمی بھیجا کہ میری دلی تمنا ہے (ان ادفن مع صاحبیّ

کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کیا جاؤں۔ (بخاری صہ ۱۸۶/۱ج)

ناظرین! غور کا مقام ہے کہ اگر نعوذ باللہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں نہ ہوتے بلکہ جنت میں اعلیٰ علیین پر ہوتے اور قبر شریف کی کوئی خصوصیت اور عظمت نہ ہوتی یا آپ قبر میں مردہ اور مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے ہوتے (اعاذنا اللہ) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تمنا کیوں تھی اور ان کا یہ عقیدہ کیوں تھا؟

ما کان شیئ اھم الیّ من ذٰلک المضجع (بخاری صہ ۱۸۶/۱ج)

کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں تدفین کی سعادت سے زیادہ اور کوئی چیز میرے لئے اہم نہیں نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ خواہش کیوں[1] تھی؟ صرف اور صرف اس لئے تھی کہ آپ کے عقیدہ میں اموات کی ارواح بعداز موت ان کے اجساد میں لوٹا دی جاتی ہیں۔ اور وہ قبر میں زندہ ہوتے ہیں اور ان کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتا ہے جہاں ہر طرف سکھ چین راحت اور اللہ کریم کے انعامات کی بارش ہے۔

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ

اسی عقیدہ کی بناپر تو سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل تھا کہ گھر میں اپنی چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور بے تکلفانہ رہتیں اور اسی طرح حجرۂ مقدسہ میں بھی داخل ہوتیں اور دل میں یہ خیال فرماتیں کہ یہاں کوئی غیر محرم تھوڑی ہے۔

---

[1] جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا کہ میں نے یہ جگہ اپنی تدفین کے لئے مخصوص کر رکھی تھی لیکن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔

انما ھوابی وزوجی۔

یہاں میرے والد ماجد اور خاوند گرامی ہی تو ہیں۔ لیکن:

فلمّا دفن عمرؓ فواللہ ما دخلتہ الّا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاءً من عمرؓ۔ (مسند امام احمد۔ مستدرک حاکم۔ مشکوٰۃ ص۱۵۴)

یعنی قسم کھا کر فرماتی ہیں کہ بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد میں ان سے حیا کی وجہ سے کبھی بھی اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح لپیٹے بغیر داخل نہیں ہوئی۔ (کیونکہ وہ غیر محرم تھے)

اگر انہی قبور پر نور میں مدفون حضرات کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ وہ قبروں میں زندہ ہیں۔ ہم جب ان کی قبروں پر جاتے ہیں تو وہ ہمیں پہچانتے ہیں، دیکھتے ہیں، شعور رکھتے ہیں۔ تو یہ فرق اور اہتمام نہ فرماتیں اور اسی وجہ سے تو آپ ہر اس آدمی کو منع بھیجتیں جو حجرۂ مقدسہ کے پڑوس میں اپنی دیوار وغیرہ میں کوئی کیل ٹھونکتا کہ:

لا تؤذوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔

(مواہب اللدنیہ ج۵ ص۳۴۷، ج۸ ص۳۰۵)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کے مزار میں اذیت نہ دو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں فرماتے ہیں:

عن داؤد بن ابی صالح قال اقبل مروان یوما فوجد رجلا واضعا وجھہ علی القبر فقال اتدری ما تصنع فاقبل علیہ فاذا ھو ابوایوب فقال نعم جئت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ولم آت الحجر سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول لاتبکو علی الدین اذا ولیہ اھلہ ولکن ابکوا علیہ اذا ولیہ غیر اھلہ۔

(مسند امام احمدؒ ج۵ ص۴۲۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

یعنی داؤد بن صالح بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ مروان بن حکم (جو ان دنوں گورنر مدینہ تھا) قبر شریف پر حاضری دینے کی غرض سے آیا تو دیکھا کہ ایک صاحب نے اپنا چہرہ قبر پر رکھا ہوا ہے۔ مروان فوراً بولا "تمہیں معلوم ہے کہ کیا کر رہے ہو" ان صاحب نے سر اٹھایا تو یہ حضرت ابوایوب انصاریؓ تھے چنانچہ آپ نے جواباً فرمایا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا ہوں (ناظرین الفاظ پر غور فرمائیے یہ نہیں فرمایا کہ قبرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا ہوں) کسی پتھر کے پاس نہیں آیا (کہ کوئی فائدہ نہ ہو) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔ جب دین کے امور اہلیت و صلاحیت کے مالک آدمیوں کے پاس ہوں تو دین پر مت روؤ۔ لیکن اگر دینی امور میں غیر صالح اور نااہل لوگ مداخلت شروع کر دیں تو تب دین پر روؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیات ہیں۔ اسی لئے تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

(۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اسی قبر میں موجود ہیں ورنہ حاضری اور پھر بوسہ دینا چہ معنیٰ دارد؟ اور یہاں سے صالحین کی قبور کو بوسہ دینا بھی ثابت ہو گیا۔

(۳) حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے نزدیک آقائے کائنات علیہ التحیات کی قبر شریف بے فائدہ پتھروں کا ڈھیر نہیں۔ نیز یہ کہ جب ڈاکٹر عثمانی جیسے نااہل اور بے لگام لوگ دینی امور اور معتقداتِ اجماعیہ میں دخل اندازی کر کے اپنی ذاتی نفسانی خواہشات کو گھسیڑنا شروع کر دیں تو اہلِ دین کو فکر کرنی چاہیئے۔

اُمّتِ مسلمہ کا اجماع

صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے زمانۂ خیر کے بعد سے آج تک امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع رہا ہے کہ تمام انبیاء کرام خصوصًا سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تکوینیہ کے پیشِ نظر ایک آن کے لئے موت ضرور آئی ہے اور پھر ان کی ارواح مبارکہ حسبِ سابق ان کے اجسادِ مطہرہ کی طرف لوٹا دی گئی ہیں چنانچہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام علی سبیل الدوام زندہ ہیں اور ان کی اس حیات میں انقطاع نہیں۔ چنانچہ امام سخاوی رح متوفی ۹۰۲ھ فرماتے ہیں:

یؤخذ من ھذہ الاحادیث انہ صلے اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام۔۔۔ ونحن نؤمن ونصدق بانہ صلے اللہ علیہ وسلم حیٌّ یرزق فی قبرہ وان جسدہ الشریف لا تأکلہ الارض والاجماع علی ھذا۔ (القول البدیع ص۱۶۷)

ان احادیث سے ماخوذ ہوا کہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں۔۔۔ اور ہمارا ایمان ہے اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منوّر میں زندہ ہیں آپ کو رزق دیا جاتا ہے اور یہ کہ آپ کے جسدِ اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اس پر اجماعِ

اُمت ہے۔

حضرت الامام شیخ السنۃ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی متوفی ۴۵۸ھ کا اعتقاد

آپ اپنی تصنیف "الاعتقاد" میں فرماتے ہیں:

"الانبیاء بعد ما قبضوا ردّت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کالشهداء۔ (الحاوی للفتاوی ج۲ ص۱۴۹)

یعنی انبیاء کی ارواح بعد از قبض ان کی طرف لوٹا دی گئی ہیں پس وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں جس طرح کہ شہداء۔

اپنی تصنیف منیف "حیاۃ الانبیاء" کے ص۱ پر رقم طراز ہیں:

ولحیاۃ الانبیاء بعد موتهم صلوات اللّٰه علیهم شواهد من الاحادیث الصحیحة۔

یعنی موت آجانے کے بعد بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی حیات کے کئی شواہد احادیثِ صحیحہ میں موجود ہیں۔

حضرت الشیخ عفیف الدین الیافعی متوفی ۷۶۸ھ کا ارشاد

الاولیاء ترد علیهم احوال یشاهدون فیها ملکوت السمٰوٰت والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی صلے اللّٰه علیه وسلم الی موسیٰ

اولیاء کرام پر ایسے احوال وارد ہوتے ہیں جن میں وہ ملکوت ارض و سما کا مشاہدہ کرتے ہیں اور انبیاء عظام علیہم السّلام کو زندہ دیکھتے ہیں نہ کہ مردہ جس طرح کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

علیہ الصلوٰۃ والسلام فی قبرہ قال وقد تقرر ان ماجاز للانبیآء معجزۃ جاز للاولیآء کرامۃ بشرط عدم التحدی قال ولا ینکر ذلک اِلّا جاھل ونصوص العلمآء فی حیاۃ الانبیآء کثیرۃ۔

(الحاوی للفتاوی صـ ۱۵۰/۲)

موسیٰ علیہ السّلام کو ان کی قبر میں دیکھا اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ وہ تمام جو انبیاء سے بطورِ معجزہ صادر ہوتا ہے اس تمام کا اولیاء سے صدور بطورِ کرامت جائز ہے۔ اس کا انکار صرف جاہل مطلق ہی کرے گا۔ اور حیات انبیاء کے باب میں علماء کے نصوص بہت ہیں۔

الامام العلامۃ ابو عبداللہ محمد بن عمر فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ۔

حضرت الامام نے اپنی شہرۂ آفاق اور اپنی مثال آپ تفسیر "مفاتیح الغیب" مشہور بہ "تفسیر کبیر" کے صـ ۴۱/۲۱ پر فرماتے ہیں:

ان قولہ تعالیٰ " اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا" وقولہ " اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا" یدلّ علی ان الانسان یحیی بعد الموت وکذٰلک قولہ علیہ السّلام " انبیآء اللّٰہ لا یموتون ولٰکن ینقلون من دار الی دار" وکذٰلک قولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام " القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ من حفرۃ النار" وکذٰلک قولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام "من مات فقد قامت قیامتہ" کلّ ھٰذہ النصوص تدلّ علی انّ الانسان یبقی بعد موت الجسد۔

یعنی بلاشک اللہ تعالیٰ کا ارشاد "آگ اس پر وہ صبح شام پیش کئے

جاتے ہیں۔" اور یہ ارشاد " وہ غرق کئے گئے پس آگ میں داخل کئے گئے" اس بات پر دال ہیں کہ انسان موت کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان " اللہ کے انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں۔" اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان " قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ یا جہنّم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" اور یہ فرمان " جس کو موت آگئی اس کی قیامت قائم ہو گئی۔" یہ تمام نصوص ببانگ دہل اعلان کر رہی ہیں کہ انسان جسم کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔

مفسر شہیر عالم جلیل حضرت امام ابو عبداللہ القرطبی المتوفی ۶۷۱ھ کا فرمان

آپ اپنی تصنیف لطیف " التذکرۃ " میں اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

" وھٰذا صفۃ الاحیاء فی الدنیا واذا کان ھٰذا فی الشھداء فالانبیاء احق بذٰلک واولی وقد صحّ انّ الارض لاتاکل اجساد الانبیاء وانہ صلے اللہ علیہ وسلم اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس وفی السماء ورأی موسٰی قائما یصلّی فی قبرہ واخبر صلے اللہ علیہ وسلم بانہ یردّ السّلام علی کلّ من یسلم علیہ الٰی غیر ذٰلک مما یحصل من جملۃ القطع بان موت الانبیاء انما ھو راجع الٰی ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین

احیاءٓ وذٰلک کالحال فی الملائکۃ فانھم موجودون
احیاءٓ ولا یراھم احد من نوعنا الّا من خصّہ اللہ بکرامۃ
من اولیاۓٓئہٖ"۔ (انباء الاذکیاء ص۵۳)

یعنی رزق دیا جانا، خوش وخرم رہنا، مسرور وشادمان ہونا اس دنیا
کے زندوں کی صفت ہے اور جب یہ حیات اور صفات شہداء میں موجود ہیں
تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو اس کے زیادہ حق دار اور اولیٰ ہیں
اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ زمین، انبیاء کرام کے اجساد مطہرہ کو نہیں
کھاتی اور یہ کہ نبی مکرم رسول معظم شفیع امم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے
شبِ معراج بیت المقدس اور آسمانوں میں انبیاء کرام سے ملاقات کی اور
آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں درحالتِ
قیام نماز میں مشغول پایا۔ اور آپ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی
خبر دی کہ آپ صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وصحبہ وسلم ہر سلام عرض کرنے والے کے
سلام کا جواب بھی مرحمت فرماتے ہیں۔ اس نوعیت کی اور بھی روایاتِ صحیحہ
ثابت ہیں جن سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
والسلام کی موت کا منشاء و مآل صرف یہ ہے کہ وہ حضرات ہم سے یوں غائب
ہیں کہ ہم ان کا ادراک واحاطہ نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں
جس طرح کہ ملائکہ کہ وہ زندہ بھی ہیں اور موجود ہیں لیکن ہم جیسا کوئی عام بشر
ان کو نہیں دیکھ پاتا ہاں مگر جن اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت سے نوازا
ہوتا ہے وہ ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔[۱]

---

[۱] امام یافعیؒ کا قول ص۸۳ پر گزر چکا ہے کہ متعدد حضرات اولیاء کرام نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ اور متصرف دیکھا ہے وہ حضرات تو دیکھ سکتے ہیں سو دیکھتے ہیں لیکن ہم کو یہ کمال حاصل نہیں تو کم ازکم اس جہالت کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیئے کہ جسے ہم دیکھ نہیں پاتے وہ شی موجود ہی نہیں۔

حضرت الامام تقی الدین السبکی الشافعیؒ کا ارشاد

امام تقی الدین السبکی المتوفی ۷۵۶ھ شفاء السقام ص۱۷۹ میں فرماتے ہیں کہ:

قد تضمنت الاحادیث المتقدمة ان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم ترد علیہ و انہ یسمع ویرد السلام۔

یعنی پہلی ذکر کردہ احادیث اس بات کو متضمن ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک آپ پر لوٹا دی گئی ہے آپ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"حیاۃ الانبیاء والشہداء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا و یشھد لہ صلوٰۃ موسیٰ فی قبرہ فان الصلوٰۃ تستدعی جسداً حیاً" (انباء الاذکیاء ص۱۱)

انبیاء عظام علیہم السلام اور شہدائے کرام کی قبر میں حیات ان کی حیاتِ دنیوی جیسی ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر مقدس میں نماز پڑھتے دیکھا۔

شیخ الشافعیہ امام عبد القاہر کا ارشاد اور امام بارزی کا فتویٰ

امام کبیر استاد ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بغدادی جو شیخ الشافعیہ سے ملقب ہیں فرماتے ہیں:

قال المتکلمون المحققون من اصحابنا ان نبینا صلے اللہ علیہ وسلم حیٌّ بعد وفاتہ وانہ یبشر لطاعات امتہ ویحزن بمعاصی العصاۃ منھم وانہ تبلغہ صلاۃ من یصلّی علیہ من امتہ۔ (فتویٰ امام بارزی انباء الاذکیاء، ص۵۳)

یعنی ہمارے متکلمین محققین کا مذہب یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد زندہ ہیں۔ اپنے امتیوں کے نیک اعمال سے خوشی اور معاصی وفسق وفجور سے غم محسوس فرماتے ہیں اور آپ کی امت سے جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے وہ آپ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

مزید فرمایا:

واذا صحّ لنا ھٰذا الاصل قلنا نبیّنا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قد صار حیا بعد وفاتہٖ وھو علیٰ نبوتہ۔

جب یہ احادیثِ صحیحہ ہمارے لئے اصل ہیں تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہو گئے ہیں اور اپنی نبوّت پر فائز ہیں۔

حافظ الحدیث الامام العلام ابن حجر شافعیؒ کا ارشاد

آپ اور امام عینی حنفی رحمہما اللہ تعالیٰ ہم عصر تھے۔ دونوں حضرات نہایت جلیل القدر اور عظیم المرتبت ہیں۔ حتیٰ کہ جب حافظین (دو حافظ الحدیث) بولا جائے تو یہی دونوں حضرات مراد ہوتے ہیں ان کے متاخرین بلا افتراق مذہب انہی کے خوشہ چین ہیں۔

حضرت شہاب الدین ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صحیح

بخاری کی شرح فتح الباری میں اس مسئلہ پر متعدد بار گفتگو فرمائی ہے۔ اسی لئے تو عثمانی صاحب نے آپ کے بارے میں اپنی ہفوات و خزعبلات میں بڑی ایمان سوز باتیں لکھی ہیں۔ امام عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمدۃ القاری شرح الصحیح البخاری میں اس عقیدہ پر گفتگو متعدد مقامات پر کی ہے لیکن ڈاکٹر عثمانی کو شاید وہ نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ حضرت حافظ الملت ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ارشادات کسی چھوٹے موٹے رسالے یا کتابچے میں پڑھ لئے ہوں اور یہ واہی تباہی کہنا شروع کر دی۔ اللھم انی اعوذبک من شرورہ واجعلک فی نحورہ فاشدد علیہ وطاتک ان بطشک لشدید۔

حضرت الامام ملا علی قاری الحنفی اپنی کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا یہ قول بطور خلاصۂ کلام و اتمام دعویٰ ذکر فرماتے ہیں:

قال ابن حجر وما افادہ من ثبوت حیاۃ الانبیاء حیاۃ بھا یتعبدون ویصلون فی قبورھم مع استغنائھم عن الطعام والشراب کالملائکۃ امر لامریۃ فیہ۔

(مرقاۃ ص ۲۳۸/۳)

یعنی اس حدیث سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات کے ثبوت کا فائدہ حاصل ہوتا ہے ایسی حیات جس کی وجہ سے وہ عبادت کرتے ہیں، اپنی قبور پر نور میں نمازیں پڑھتے ہیں، کھانے پینے سے مستغنی اور بے نیاز ہیں مثل ملائکہ اس معاملہ میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

حافظ الامت شارح بخاری علامہ عینی حنفی کا عقیدہ

احناف کثرہم اللہ تعالیٰ کے مایۂ ناز محدث و فقیہہ، عالم بے عدیل حافظ بے مثیل امام بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ حدیث صعقہ (جو اس حیات جانِ کائنات کے صلا پر گذر چکی ہے) پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قلت الموت لیس بعدم انما ھو انتقال من دار الی دار فاذا کان ھٰذا للشھدآء کان الانبیآء بذٰلک احق واولی مع انہ صحّ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انّ الارض لاتاکل اجساد الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسّلام وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد اجتمع بھم لیلۃ الاسرآء ببیت المقدس والسمآء خصوصا بموسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام فتحصل من جملۃ ھٰذا القطع بانھم غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیاء وذٰلک کالحال فی الملائکۃ علیھم الصلوٰۃ والسّلام فانھم موجودون احیآء لایراھم احد من نوعنا الّا من خصہ اللہ تعالیٰ بکرامتہ واذا تقرر انھم احیآء فھم فیما بین السمٰوٰت والارض فاذا نفخ فی الصور نفخۃ الصعق صعق کل من فی السمٰوٰت والارض الّا من شآء اللہ فاما صعق غیر الانبیآء فموت واما صعق الانبیآء فالاظھر انہ غشی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۱۲ ص ۲۵۱)

یعنی میرا عقیدہ ہے کہ موت عدم نہیں یقیناً وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا ہے۔ پس جب شہداء کے حق میں موت کا یہ معنیٰ و مطلب ہے تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ مفہوم و معنیٰ کہیں زیادہ حق اور مناسب ہے مزید برآں یہ کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم سے بروایاتِ صحیحہ ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسادِ مطہرہ کو کبھی نہ کھائے گی (کیونکہ وہ زندہ ہیں) اور یہ بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شبِ اسریٰ بیت المقدس اور آسمانوں پر ملاقاتیں ہوئیں خصوصاً حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (کہ ان کے ساتھ تو متعدد ملاقاتیں ہوئیں گفتگو اور باہمی مشورہ بھی ہوا) تو ان تمام (شواہد و دلائل) سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم سے پوشیدہ ہو گئے ہیں ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے اگرچہ وہ موجود ہیں زندہ ہیں اور یہ حال مثل حال ملائکہ ہے کہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور نوعِ بشر میں سے کوئی انہیں دیکھ نہیں پاتا ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت و ولایت سے خاص فرمایا ہو۔ جب یہ بات متقرر اور متحقق ہو گئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں "وہ آسمانوں اور زمین کی وسعتوں میں موجود ہیں تو جب صعق کا پھونک صور میں مارا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں موجود ہر کسی پر صعق (بے ہوشی یا موت) طاری ہو جائے گا مگر جس ذات کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمالیا وہ محفوظ رہے گا۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں صعق کا مطلب بے ہوشی ہے (کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر دو موتوں کو جمع نہیں فرمائے گا اور اسی بات کی طرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے

لن یجمع اللّٰہ علیک الموتتین میں اشارہ فرمایا اور ڈاکٹر عثمانی اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے کچھ اور سمجھ گئے) اور غیر انبیاء کرام کے حق میں صعق کا مطلب موت ہے۔

یہی امام العلماء الراسخین عمدۃ المحدثین زینۃ الاحناف رقم طراز ہیں:

قلت لا اشکال فی ھٰذا اصلا و ذٰلک ان الانبیآء علیھم الصلوٰۃ والسلام افضل من الشھدآء والشھدآء احیآء عند ربھم فالانبیآء بالطریق الاولیٰ ولا سیمانی حدیث ابن عباس عند مسلم قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم کانی انظر الیٰ موسیٰ وکانی انظر الیٰ یونس۔ فاذا کان الامر کذٰلک فلا یبعد ان یصلوا ویحجو ویتقربوا الی اللّٰہ تعالیٰ بما استطاعوا مادامت الدنیا وھی دار التکلیف باقیۃ۔ (عمدۃ القاری ص ۳۵ / ۱۲)

یعنی ہمارے نبی مکرم شفیع معظم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ان حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بحالتِ بیداری دیکھا اس امر میں کسی لحاظ سے کوئی اشکال نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام شہداء سے بہت بلند مرتبہ ہیں اور شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں پس انبیاءِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام بطریقِ اولیٰ زندہ ہیں خصوصاً یہ بھی کہ امام مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے جو روایت کی ہے اس میں حضور اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم صراحتاً فرما رہے ہیں کہ میں موسیٰ کو دیکھ رہا ہوں، یونس کو دیکھ رہا ہوں۔ تو جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں سیر فرماتے ہیں تو یہ قطعاً بعید نہیں کہ وہ نماز پڑھیں حج کریں اور مقدور بھر اللّٰہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں جب تک یہ دنیا جو دارِ تکلیف ہے باقی ہے۔

حضرت العلام الامام السمہودیؒ کا فرمان

ممتاز سیرت نگار امام سمہودیؒ متوفی ۹۱۱ھ فرماتے ہیں:

ولاشك فی حیاته صلے الله علیه وسلم بعد وفاته وكذا سائر الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام احیآءٌ فی قبورهم حیاة اكمل من حیاة الشهدآء التی اخبر الله تعالیٰ بها فی كتابه العزیز۔ (وفاء الوفاء ص۱۳۵۲ ج۲)

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعداز وفات میں کوئی شک ہی نہیں اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں ان کی زندگی شہداء کی زندگی جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے اپنی کتاب عزیز میں بتایا ہے، سے کہیں کامل تر ہے۔

حضرت الامام السیوطیؒ کا ارشاد

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ رقم طراز ہیں:

حیاة النبی صلے الله علیه وسلم فی قبره هو وسائر الانبیاء معلومة عندنا علما قطعیا لما قام عندنا من الادلة فی ذلك وتواترت به الاخبار الدالة علی ذلك

(انباء الاذکیاء ص۱ مرقاۃ الصعود شرح سنن ابی داؤد)

یعنی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر شریف میں زندہ ہونا نیز دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ہمارے عقیدہ میں یقینی اور قطعی علم سے ثابت ہے۔ اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس

دلائل موجود ہیں اور اس عقیدہ پر دلالت کرنے والی اخبار حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

ایک مدلّل و مفصل بحث و تمحیص کے بعد ارشاد ہے:

فحصل من مجموع هٰذا النقول والاحادیث ان النبی صلے اللّٰہ علیه وسلم حیٌّ بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیر حیث شاء فی الارض وفی الملکوت وهو بهیئته التی کان علیها قبل وفاته لم یتبدل منه شیٔ وانه مغیبٌ من الابصار کما غیبت الملائکة مع کونهم احیاء باجسادهم فاذا اراد اللّٰہ رفع الحجاب عمن اراد اکرامه برؤیته فراٰه علی هیئته التی هو علیها لامانع من ذٰلك ولا داعی الی التخصیص برؤیة المثال۔ (الحاوی للفتاوی ص ۲۶۵ ج ۲)

یعنی ان تمام نقول و احادیث سے یہ بات حاصل ہوگئی کہ نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسدِ اطہر اور روحِ انور کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ زمین اور عالم ملکوت میں جہاں پسند فرماتے ہیں سیر اور تصرف فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اسی ہیئت مبارکہ میں ہیں جس پر آپ اس وفات سے پہلے تھے آپ میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے یوں اوجھل ہو گئے ہیں جیساکہ فرشتے' اپنے اجساد کے ساتھ زندہ ہوتے ہوئے بھی غائب ہیں پس جب اللہ تبارک و تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے تو اس صاحبِ بخت رسا کی آنکھوں کے سامنے سے حجاب اٹھا دیتا ہے جسے آپ کے جمال جہاں آراء کے دیدار سے مشرف فرمانا مقصود ہوتا ہے پس وہ خوش بخت آپ صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی واقعی ہیئت میں دیکھتا ہے۔ اس

امر سے کوئی مانع نہیں اور اس رؤیت کو مثالی رؤیت سے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

شارح بخاری امام قسطلانیؒ اور حضرت الامام زرقانیؒ کے ارشادات

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۳۲ھ) نے رحمتِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ الصلوات والتسلیمات کے احوال مبارکہ پر مشتمل نہایت گرانقدر اور اپنی مثال آپ کتاب المواہب اللدنیہ تحریر فرمائی ہے۔ اس کتاب کی عظمت و وقعت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ عظیم کتاب اپنے زمانۂ تصنیف سے آج تک تمام عالمِ اسلام میں مقبول و متداول ہے۔ مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے مشہور محقق حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی فضیلت و عظمت کے پیشِ نظر اس کی شرح فرمائی ہے۔ یہ دونوں کتابیں عموماً اکٹھی ملتی ہیں اس کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"ومنها انه صلی اللہ علیه وسلم حیٌّ فی قبرہ یصلی فیه باذان واقامة وکذٰلك الانبیاء"

یعنی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اس میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہی شان ہے۔

" ولا شك ان حیاة الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام ثابتة

معلومة مستمرة ونبينا صلے اللہ علیہ وسلم افضلھم وإذا كان كذلك فينبغي ان تكون حياته صلے اللہ علیہ وسلم اكمل واتم من حياة سائرهم"

اس حقیقت میں ذرہ شک نہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ثابت، معلوم اور مسلسل ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام میں سے افضل ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ان سب کی حیات سے زیادہ مکمل اور زیادہ تام ہے۔

حضرت الامام ملا علی القاریؒ کا عقیدہ

زینۃ الاحناف عمدۃ الاخلاف حضرت العلام الامام علی بن السلطان القاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ نے اس مسئلہ پر بڑے شرح و بسط کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے:

"انہ صلے اللہ علیہ وسلم حیٌّ فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورھم وھم احیاء عند ربھم وان لارواحھم تعلقا بالعالم العلوی والسفلی کما کانوا فی الحال الدنیوی۔

(شرح الشفاء ص ۱۴۲ ج ۲)

یعنی بلاشک آپ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم اپنی قبرِ انور میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء کرام اپنی اپنی قبور مطہرہ میں باحیات ہیں۔ یہ تمام حضرات اپنے رب جلیل کے ہاں زندہ ہیں اور بلاشبہ ان حضرات کی ارواحِ مقدسہ کا عالمِ بالا و زیریں سے تعلق بعینہ ان کے احوال دنیا کی طرح کا ہے۔

مشکوٰۃ المصابیح کی شرح "مرقاۃ المفاتیح" صـ ۲۳۸/ج۲ پر فرمایا:

نعم ان الانبیاء تکون حیاتھم علی الوجہ الاکمل ویحصل لبعض وراثھم من الشھداء والاولیاء والعلماء الحظ الاوفی بحفظ ابدانھم الظاھرۃ بل بالتلذذ بالصلوٰۃ والقراءۃ ونحوھما فی قبورھم الطاھرۃ الیٰ قیام الساعۃ الآخرۃ وھذہ المسائل کلھا ذکرھا السیوطی فی کتاب شرح الصدور فی احوال القبور بالاخبار الصحیحۃ والآثار الصریحۃ۔

ہاں ہاں بلاشک وشبہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی حیات اکمل ترین صورت میں ہوتی ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے بعض ورثاء از قبیل شہداء، اولیاء، علماء کو بھی حیات بعد الموت کا پورا پورا حظ (حصہ) ملتا ہے کہ ان کے ظاہری ابدان بھی محفوظ رہتے ہیں بلکہ یہ حضرات قیام قیامت تک اپنی اپنی قبور طاہرہ میں نماز، تلاوت وغیرہ اعمالِ صالحہ سے متمتع ہوتے ہیں اور ان تمام مسائل کو امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب "شرح الصدور فی احوال القبور" میں اخبار صحیحہ اور آثار صریحہ کے ساتھ ذکر اور ثابت و متحقق کیا ہے۔

اور اسی کتاب کے صـ ۲۴۱/ج۲ پر سخن نواز ہیں:

"ای جمیع اجزائھم فلا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الیٰ دار۔۔۔
۔۔۔ یحتمل الجنس والاختصاص بالفرد الاکمل والظاھر ھو الاول لانہ رأی موسیٰ قائما یصلی فی قبرہ وکذلك ابراھیم کما فی حدیث مسلم وصح خبر الانبیاء احیاء فی

قبورھم یصلون قال البیھقی وحلولھم فی اوقات مختلفۃ فی اماکن متعددۃ جائز عقلا کما ورد بہ خبر الصادق۔

یعنی اللہ تعالیٰ زمین پر بوجہ تکریم حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسادِ شریفہ، اور ان کے تمام اجزاء میں سے کسی جزء کو گزند پہنچائے۔ پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دونوں حالتوں (ظاہری حیاتِ طیبہ اور حیاتِ حقیقیہ اخرویہ) میں قطعاً کوئی فرق نہیں اور اسی لئے فرمایا گیا ہے اللہ کے اولیاء واحباء مرتے نہیں بلکہ ایک دار سے دوسرے دار میں منتقل ہو جاتے ہیں اور یہ ارشادِ مقدس کہ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہے اور انبیاء کرام کے فرد اکمل ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختصاص کا احتمال بھی رکھتا ہے اور پہلی بات ہی ظاہر ہے کیونکہ نبیٔ مکرم شہِ دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں کھڑے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح آپ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا اور یہ حدیث صحیح بھی پہلے قول کی مؤید ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اپنی قبور مطہرہ میں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔ اور امام بیہقی نے فرمایا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مختلف اوقات میں متعدد مقامات پر تشریف آوری عقلاً بھی جائز ہے اور مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر اس پر مستزاد (پس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، حاضر ہیں، ناظر ہیں عقل و نقل سے یہ بات ثابت ہے)۔

شاہ عبدالحق محدّثِ دہلوی قدس سرہ الجلی کے فرامین

شیخ محقق سیّدی وسندی شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمات ربہ القوی متوفی ۱۰۵۲ھ وہ برتر از بیان اوصاف ہستی ہیں جن کا علمی وعملی مقام پورے عالمِ اسلام میں مسلّم ہے، برصغیر میں علمِ دین سے ممارست رکھنے والا شاید ہی کوئی ایسا فرد ہو جو بالواسطہ آپ کے تلامذہ میں سے نہ ہو۔ ہر کوئی انہی کا خوشہ چین اور آپ کے دسترخوانِ علم وفضل کا ریزہ خور ہے۔ آپ نے اپنی تصانیف منیفہ میں کئی مقامات پر اس عقیدہ کو نہایت مدلّل انداز میں بڑے شرح وبسط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اور تقریباً اسی موضوع پر آپ کی تصنیف "جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب" تو اسم بامسمیٰ ہے۔ آپ کی چند تحریریں ملاحظہ ہوں:

"وحیاتِ انبیار متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست حیاتِ جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہدار را است۔" (اشعۃ اللمعات ص۵۷۴ اور تقریباً یہی مضمون مدارج النبوۃ ص $\frac{۴۴۷}{۲۲۰}$ پر ہے)

"وہیچ کس را خلاف نیست دراں کہ آں کامل تر و قوی تر از وجود شہدار و مقاتلین فی سبیل اللہ است کہ آں معنوی اخروی است عند اللہ وحیات انبیار حیاتِ حسی دنیاوی است۔" (مدارج ص $\frac{۴۴۷}{۲۲۰}$)

"وباچندیں اختلافات وکثرتِ مذاہب کہ در علمارِ امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقتِ حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است

وبر اعمال امت حاضر ناظر۔"

(مکاتیب برحاشیہ اخبار الاخیار ص۱۵۵ مکتوب اقرب السبل الیٰ سید الرسل)

شاہ ولی اللہؒ کا عقیدہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کو ہند و پاکستان میں جو علمی مرتبہ و مقام حاصل ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ ان کی تصنیف الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین کا ایک ایک واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس پر دلالت کر رہا ہے۔ اہلِ ذوق اس کا مطالعہ فرمائیں۔ سرِدست شاہ صاحب کی ایک اور تصنیف فیوض الحرمین میں مرقوم ان کا اپنا مشاہدہ عرض کرتا ہوں:

لما دخلت المدینۃ المنورۃ وزرت الروضۃ المقدسۃ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیمات رأیت روحہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاھرۃ بارزۃ لا فی عالم الارواح فقط بل فی المثال القریب من الحس فادرکت ان العوام ان مایذکرون حضور النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوٰۃ وامامتہ بالناس فیھا وامثال ذٰلک من ھذہ الدقیقۃ ---- ورأیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اکثر الامور یبدی لی صورتہ الکریمۃ التی کان علیھا مرۃ بعد مرۃ انی طامح الھمۃ الی روحانیتہ لا الی جسمانیتہ صلی اللہ علیہ وسلم فتفطنت ان لہ خاصیۃ من تقویم روحہ

بصورۃ جسدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام وانہ الذی اشار الیہ صلے اللہ علیہ وسلم بقولہ ان الانبیاء لایموتون وانہم یصلون یحجون فی قبورہم وانہم احیاء الی غیر ذالک ولما سلمو علیہ قط الا وقد انبسط الی وانشرح وتبدی وظہر وذالک لانہ رحمۃ للعالمین۔ (فیوض الحرمین مترجم ص ۸۳ تا ص ۸۵ مطبوعہ سعید اینڈ کمپنی)

اس عبارت کا ترجمہ عابد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی سے ہی ملاحظہ فرمائیے جو دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں تا کہ ان کی طرف سے بھی تائید و شہادت شامل ہو جائے۔

"جس وقت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اقدس علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ والف الف تسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا تو میں نے روح مبارک ومقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہراً وعیاناً دیکھا نہ صرف عالم ارواح میں بلکہ عالم مثال میں ان آنکھوں سے قریب، تو میں سمجھ گیا کہ یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور لوگوں کی امامت فرماتے ہیں وغیر ذالک کہ یہ اسی دقیقہ کی باتیں ہیں ----- اور میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو آپ کی اصلی صورتِ کریمہ میں بار بار دیکھا۔ باوجودیکہ میری تمنا اور آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ کہ جسمانیت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں۔ تو میری یہ بات سمجھ میں آئی کہ آپ کا خاصہ ہے روح کو صورت جسم صلی اللہ علیہ وسلم میں کرنا اور یہی وہ بات ہے کہ جس کی طرف آپ نے اپنے قول مبارک سے اشارہ فرمایا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو موت نہیں آیا کرتی وہ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھا کرتے ہیں اور حج کیا کرتے

ہیں۔ اور وہ زندہ ہوا کرتے ہیں۔ اور جس وقت بھی میں نے آپ پر سلام بھیجا تو آپ مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظہور فرمایا اور یہ سب باتیں اس لئے ہیں کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔"

یہی[1] اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ آب حیات میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اسی کی تصریح کی ہے۔

اسی کتاب کے ص۲۸ پر فرمایا:

"ان الانبیاء لا یموتون وانھم یصلون ویحجون فی قبورھم وانھم احیاء۔"

بلاشک وشبہ انبیاء کو موت عادی نہیں آتی اور بے شک وہ اپنی اپنی قبور پر نور میں نماز پڑھتے ہیں، حج فرماتے ہیں اور بلاشبہ وہ زندہ ہیں۔

بیہقی وقت حضرت مظہری نقشبندی رح کی تحقیق

تفسیر مظہری جیسی تفسیر کے مصنف جنہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے "بیہقی وقت" فرمایا ہے میری مراد ہے حضرت العلام القاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ فرماتے ہیں:

"والحق عندی عدم اختصاصھا بھم بل حیاۃ الانبیاء اقوی منھم واشد ظھورا آثارھا فی الخارج حتی لا یجوز النکاح بازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ بخلاف الشھید۔" (تفسیر مظہری ص۱۵۲ ج۱)

میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ حیات بعد الموت جس کا اثبات اللہ رب العزت

---

[1] یہاں مترجم اپنا مذہب ذکر کر رہے ہیں۔

یہاں فرمارہے ہیں صرف شہداء کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ان سے کہیں زیادہ قوی اور خارجی آثار کے ظہور کے لحاظ سے بہت نمایاں ہے حتیٰ کہ نبی مکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن وارضاھن عنا کے ساتھ نکاح جائز نہیں جبکہ شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت محی السنّت مجدد الامۃ سندی الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے زور قلم وعلم کا آپ کے مخالفین نے بھی اعتراف کیا ہے جن کو علماء عرب وعجم نے اپنا سید ورئیس کہا ہے آپ کو مجدد سے ملقب کیا ہے۔ آپ نے نظم و نثر دونوں انداز میں اسی عقیدہ جلیلہ کو اپنے اسلوب میں صراحتاً بیان فرمایا ہے:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقتاً ایسے ہی زندہ ہیں جیسی رونق افروزی دنیا کے زمانہ میں تھی ان کی موت ایک آن کے لئے تصدیقِ وعدہ الٰہیہ کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ کے واسطے ہوتی ہے پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ بحیاتِ حقیقی جسمانی دنیاوی زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں حج کرتے ہیں مجالسِ خیر میں تشریف لے جاتے ہیں کھانا پینا سب کچھ دنیا کی طرح بے کسی آلائش کے جاری ہیں۔ کما نطقت بہ الاحادیث وائمۃ القدیم والحدیث واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ صـــ ۱۹۷/۴)

ایک اور مقام پر افادہ فرمایا:

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لئے محض ایک آن کو موت طاری ہوتی ہے پھر ان کو ویسی ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔"

اور یہ گہرہائے آبدار اس عقیدۂ جلیلہ پر دال آیات مقدسہ واحادیث طیّبہ کا خلاصہ ہیں۔ ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے
اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے

اور کیا خوب فرمایا ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

اور کیوں نہ یہ عقیدہ رکھا جائے جبکہ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

---

[1] اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ کا یہ شعر حدیث قدسی سے ماخوذ ہے لولاک لما خلقت الافلاک یعنی اے محبوب اگر آپ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کو سیدی و مولائی ضیاء الامت حضرت العلام پیر محمد کرم شاہ مدظلہ العالی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ضیاء القرآن ص ۴۷۴ ج ۵ میں تفسیر روح المعانی للعلامۃ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اور امام ربانی نے اپنے مکتوب ۱۲۲ میں بھی بیان فرمایا ہے وہاں مزید یہ اضافہ ہے لولاک لما اظہرت الربوبیۃ (مکتوبات ص ۲۳۳ ج ۳) بانیٔ دار العلوم دیوبند جناب قاسم نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب آبِ حیات میں بھی چند مقامات پر تحریر کیا ہے۔

جبھی تو امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ شریف میں یوں گلہائے عقیدت پیش کئے ہیں ؎

وانّ من جودك الدنیا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

احمد علی سہارنپوری کا عقیدہ

مولانا احمد علی سہارنپوری رقمطراز ہیں:

والاحسن ان یقال ان حیاته صلے اللہ علیه وسلم لا یتعقبها موت بل یستمرّ حیًا والانبیاء احیاء فی قبورھم۔

(حاشیہ بخاری ص۵۱۷)

یعنی یوں کہنا خوب تر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حیات کے بعد موت آئی ہی نہیں بلکہ آپ کی یہ حیات ہمیشہ کے لئے مستمر ہے (موت فقط ایک پردہ ہے) اور تمام انبیاء کرام اپنی قبور میں باحیات ہیں۔

بانی دارالعلوم دیوبند کا عقیدہ

بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی کا ایک قول پہلے صفحہ نمبر ۵۶ پر گذر چکا ہے۔ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اپنی تالیف آبِ حیات میں تو وہ ایک آن کے لئے بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر موت کے طاری ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کی اس تالیف کے چند مزید اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء بدستور زندہ ہیں کیونکہ عدم اقتضا وقوعِ فعل وراثت زوالِ حیات کی صورت میں تو متصوّر

ہی نہیں۔ متصوّر ہے تو حیات میں متصوّر ہے۔ لیکن انبیاء کی زندگی زیر پردہ عارض ظاہر بینوں کی نظروں سے مستور ہے۔ مثل امت ان کی موت میں زوالِ حیات نہیں۔ تو لاجرم وقت ترک جو وقت موت ہے انبیاء زندہ ہوں گے اور ان کی موت حیات کی ساتر ہوگی یعنی یہ موت رافع و دافع نہ ہوگی"۔ (آبِ حیات ص۳۶)

"ہرچہ بادا باد رسول اللہ صلعم[1] (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ وسلم) اور مؤمنین کی موت میں بھی مثلِ حیات فرق ہے۔ ہاں فرق ذاتیت و عرضیت متصوّر نہیں وجہ اس فرق کی وہی تفاوتِ حیات ہے یعنی حیاتِ نبوی بوجہ ذاتیت قابلِ زوال نہیں اور حیات مؤمنین بوجہ عرضیت قابلِ زوال ہے۔ اس لئے وقتِ موت حیات نبوی صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) زائل نہ ہوگی۔ ہاں مستور ہو جائے گی۔ اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو درصورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ یا مثل شمع چراغ خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے۔ زائل نہیں ہو جاتا"۔

(آبِ حیات ص۱۶۰ مطبع قدیمی دہلی)

---

[1] نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی پر ص یا صلعم لکھنا بدعتِ قبیحہ وحرام فعل ہے۔ کیونکہ یہ تخفیف ہے۔ پورا درود شریف صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم لکھنا چاہیئے۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا عقیدہ

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص۱۸۳ مطبوعہ دیوبند، اور سعید کمپنی کے مطبوعہ کے ص۲۲۴ پر موصوف لکھتے ہیں:

"تلخیص مجموعہ روایات سے علاوہ فضیلت حیات و اکرام ملائکہ کے برزخ میں آپ کے یہ مشاغل ثابت ہوتے ہیں۔ اعمالِ امت[1] کا ملاحظہ فرمانا، نماز پڑھنا[2]، غذا[3] مناسب اس عالم کے نوش فرمانا، سلام[4] کا سننا نزدیک سے خود اور دُور سے بذریعہ ملائکہ، سلام[5] کا جواب دینا۔ یہ تو دائماً ثابت ہیں اور احیاناً بعض خواص امت سے یقظہ میں کلام اور ہدایت فرمانا بھی آثار و اخبار میں مذکور ہے اور حالتِ رؤیا و کشف میں تو ایسے واقعات حصر و احصار سے متجاوز ہیں اور ان مشاغل کے ایک وقت میں اجتماع سے تزاحم کا وسوسہ نہ کیا جاوے کیونکہ برزخ میں روح کو پھر خصوصاً روح مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے۔"

مولوی حسین احمد صاحب کا عقیدہ

بارہویں صدی ہجری میں جب بعض افکار و اوہام کی بنا پر علماء دیوبند کی تکفیر عام کی گئی عرب و عجم کے متعدد علماء اعلام نے ان افکارِ باطلہ کے معتقدین و مؤیدین کو خارج از اسلام قرار دیا تو بعض دیگر کتب مثلاً صراط مستقیم، تقویۃ الایمان، حفظ الایمان وغیرہ معتمدات و مستندات دیوبند کی تحریرات کے برعکس اپنے کو جمہور امتِ مسلمہ کے ساتھ متفق ظاہر کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند کے

صدر المدرسین اور ناظمِ تعلیمات مولوی حسین احمد صاحب نے عربی میں ایک کتاب المہند لکھی ۔ اس کتاب میں وہ تمام علماء دیوبند کا عقیدہ یوں تحریر کرتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلی الله علیه وسلم حیٌّ فی قبرہِ الشریف وحیاته صلی الله علیه وسلم دنیویة من غیر تکلیف وهی مختصة به صلی الله علیه وسلم وبجمیع الانبیاء صلوات الله علیهم والشهداء البرزخیة کما هی حاصلة لسائر المومنین بل لجمیع الناس

(عقائد علماء دیوبند ص۲۱ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اس کا ترجمہ بھی انہی کی زبانی ملاحظہ ہو:

مسئلہ حیات النبی میں علماء دیوبند کا عقیدہ

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں ۔ اور آپ کی حیات دنیا کی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو (ص۲۱)

اس کتاب پر تصدیقات کرنے والے علماء اعلام میں سے ایک جلیل القدر حرم نبوی شریف کے مدرس علامہ احمد بن محمد خیر الشنقیطی ہیں ۔ ان کی تصدیق و تقریظ کا ایک ایمان افروز جملہ ملاحظہ ہو ۔

”فهو صلی الله علیه وسلم حیٌّ فی قبرہ الشریف یتصرف فی الکون باذن الله تعالیٰ کیف شآء“

یعنی پس آپ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے اذن سے کائنات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرّف فرماتے ہیں۔

ناظرین کرام! ان آیاتِ مقدسہ، احادیثِ طیبہ، آثارِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اقوال علماء کے مطالعہ سے آپ پر بخوبی واضح ہوگیا ہوگا کہ تمام انبیاء کرام خصوصًا سید الرسل، خاتم النبییّن صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ حقیقی جسمانی کے ساتھ اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا عطا کردہ رزق کھاتے ہیں۔ اقامتِ نماز و ادائیگی حج اور دیگر نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے جس طرح چاہتے ہیں عالمِ بالا وزیریں میں تصرف کرتے ہیں۔ سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، سلام کرنے والوں کو جواب مرحمت فرماتے ہیں۔ طالبین کی طلب کو پورا کرتے ہیں۔ اپنی اُمت کے گناہگاروں کی بخشش کے لئے بارگاہِ صمدیت میں التجائیں کرتے ہیں۔ اور اُن کی ان صفات کا وہ حضرات ہر آن مشاہدہ فرماتے ہیں۔ جو دل بینا اور نورِ بصیرت سے سرفراز ہیں۔ تقویتِ ایمان و ایقان اور تبرّک کے طور پر چند واقعات[1] عرض کرتا ہوں:

(۱) حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نہایت جلیل القدر بزرگ اور مشہور و معروف ولی اللہ ہیں۔ ان کا یہ واقعہ کتب میں مذکور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ سے فارغ ہو کر روضۂ مطہرہ کی زیارت کی غرض سے مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے تو مواجہ شریف میں نہایت ہی رقّت کے ساتھ اپنا مدعا یوں عرض کیا۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا

تقبل الارض عنی وھی نائبتی

---

[1] یہ واقعات کتاب الحج میں محمد زکریا کاندھلوی نے بھی لکھے ہیں۔

وھٰذہ دولۃ الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

ترجمہ: آپ سے دوری کے عالم میں، میں اپنی روح کو آپ حضور کی خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا اور وہ میرے نائب کی حیثیت سے آکر آستانہ مقدسہ کو بوسے دیا کرتی تھی (یارسول اللہ! بندہ کی خوش نصیبی ہے کہ) اب جسم کی حاضری کا موقع ملا سو اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ میرے ہونٹ اسے چومنے کی سعادت حاصل کریں۔

ان کا یہ عرض کرنا تھا کہ قبر شریف سے دست مبارک بلند ہوا اور انہوں نے لپک کر بوسہ دیا۔ اور اپنے عشقِ بے تاب کی تسلی کا سامان فراہم کیا۔

بعض روایات میں ہے اس وقت نوّے ہزار آدمی موجود تھے جنہوں نے یہ جان افزا اور روح پرور منظر دیکھا اور حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

(۲) ایک اور بزرگ ابوالخیر اقطع اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں فاقہ سے داخل ہوا پانچ دن وہاں رہا لیکن ایک لقمہ تک چکھنے کو نہ ملا۔ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں سلام کرکے عرض کیا:

انا ضیفک اللیلۃ یا رسول اللہ۔

اے اللہ کے رسول! آج رات میں آپ کا مہمان ہوں۔

یہ عرض کرکے وہاں سے ہٹا اور آن کر منبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ خواب میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا۔ دائیں طرف حضرت ابوبکر

بائیں طرف حضرت عمر اور آگے آگے حضرت علی (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے حضرت علی نے مجھے آکر ہلایا اور فرمایا:

قُم و قد جآء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اُٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔

میں فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا بعد ازیں نبی مکرم قاسم نعم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنائت فرمائی میں نے عالم خواب میں نصف روٹی کھائی مگا بیدار ہوا تو میرے ہاتھ میں نصف روٹی موجود تھی۔[1]

(۳) عتبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حکائت بیان کرتے ہیں کہ میں منبر شریف کے قریب بیٹھا تھا۔ ایک اعرابی حاضر ہو کر عرض کناں ہوا:

السلام علیك یا رسول اللہ سمعت اللہ یقول وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا... الخ وقد جئتك[2] مستغفرا من ذنبی مستشفعا[3] بك الیٰ ربّی۔

یا رسول اللہ آپ پر سلام ہو میں نے اللہ کا یہ ارشاد سُنا وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا... الخ لہٰذا میں آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور اپنے رب کے حضور آپ کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔ وانشد یقول اور یہ شعر پڑھے:

---

[1] یہ واقعہ روض الانف، وفاء الوفاء، طبقات الاولیاء میں بھی موجود ہے۔

[2] معلوم ہوا کہ نبی مکرم شفیع معظم صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی نیت سے سفر کرنا جائز اور اسلاف کرام کا معمول ہے۔ بدعت وشرک نہیں۔

[3] اللہ رب العزت کی بارگاہ میں رسول مکرم شفیع معظم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے طالب ہیں۔

یاخیر من دفنت بالقاع اعظمہ   فطاب من طیبھن القاع والاکم

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ   فیہ العفاف وفیہ الجود والکرم

ترجمہ :اے بہت بہتران تمام سے جن کو وسیع وعریض زمین میں دفن کیا گیا سو اُن کی خوشبو و پاکیز گی سے میدان اور ٹیلے (نشیب و فراز) مہک اُٹھے۔ میری جان اس قبر پر قربان! جس میں آپ سکونت پذیر ہیں۔ جس میں عفت و پاکی، سخاوت اور عزّت و عظمت ہے۔

یہ عرض کر کے وہ واپس پلٹ گیا۔ اسی اثناء میں نیند مجھ پہ غالب آگئی خواب میں نبی اعظم محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو حضور پرنور شافع یوم النشور صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

یا عتبی الحق الاعرابی   اے عتبی اٹھو! اس اعرابی کو جا ملو اور

فبشرہ بان اللہ تعالے   اسے خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے

قد غفر لہ۔   اسے بخش دیا ہے۔

(۴) اسی طرح حضرت محمد بن حرب باھلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہوا تو میں نے ایک اعرابی کو اونٹ سے اترتے دیکھا۔ پھر اس نے اونٹ بٹھایا اس کا گھٹنا باندھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور آن کر نہایت ہی اچھا سلام عرض کیا۔ اور خوب عمدہ دعا مانگی عرض کیا:

بابی انت وامی یارسول اللہ ان اللہ خصّک بوحیہ وانزل علیک کتابًا وجمع لک فیہ علم الاوّلین والآخرین[1] وقال فی کتابہ وقولہ الحق ولو انھم اذ ظلموا انفسھم

---

[1] نبی اکرم نورِ مجسم شفیع امم صلے اللہ علیہ وسلم اوّلین وآخرین کے تمام علوم کے جامع ہیں۔

جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا وقد اتيتك[2] مقرا بذنبي مستشفعا[3] بك الى ربك وهو ما وعدك ثم التفت الى القبر فذكر البيتين وزاد بينهما۔

انت النبى الذى ترجى شفاعته
عند الصراط اذا ما زلت القدم

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی وحی کے شرف سے مختص فرمایا۔ آپ پر اپنی عظیم الشان کتاب نازل فرمائی اور اس میں آپ کے لئے اوّلین و آخرین کے علوم جمع کر دیئے اور اپنی اس کتاب مجید میں اس نے فرمایا ہے اور اس کا فرمان بالکل حق ہے کہ "اے حبیب! جب یہ لوگ اپنی جانوں پر ستم ڈھانے کے بعد آپ کے پاس حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور پھر آپ ان کی شفاعت فرما دیں تو وہ لوگ ضرور بالضرور اللہ تعالیٰ کو خوب توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت مہربان پائیں گے۔" اب میں، آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے آپ کے رب کی بارگاہ میں آپ کو اپنا شفیع بناتے ہوئے اور آپ کی شفاعت قبول فرمانے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما رکھا ہے۔

یہ عرض کرنے کے بعد وہ اعرابی قبر شریف سے لپٹ گیا اوپر والے دونوں شعر عرض کئے اور ان میں اس کا اضافہ کیا:

---

[2] رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار دربار میں حاضری کی نیت سے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر (شد رحال کر کے) آئے۔
[3] آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ، اپنے رب کریم کی جناب میں پیش کیا۔

ترجمہ: آپ وہ جلیل القدر نبی ہیں جن کی شفاعت کی تمنا پل صراط سے سے گذرتے وقت ہوگی جبکہ قدم ڈگمگار ہے ہوں گے۔

حضرت محمد بن حرب باہلی فرماتے ہیں کہ اس عرض و نیاز کے بعد اعرابی اپنی سواری پہ جا بیٹھا

فمااشك ان شاء اللّٰہ الا انہ راح بالمغفرۃ

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ انشاء اللہ اپنے گناہوں کی مغفرت لے کر گیا۔

بطورِ نمونہ امام سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب مستطاب "القول البدیع" سے یہ چند واقعات ذکر کر دیئے ہیں وگرنہ ان گنت و بے شمار واقعات کتب میں مندرج ہیں۔ ان درج کردہ واقعات کی صحت میں اگر کوئی شخص اپنے ذاتی نظریات سے مخالفت کی بنا پر شک کرے تو علیحدہ بات ہے۔ وگرنہ علماء حق تو روزِ اوّل سے ذکر کرتے چلے آرہے ہیں۔

ولا ینکر ذالك الا جاهل او عناد۔

یعنی سوائے جاہل مطلق اور عناد پرست کے کوئی بھی ان واقعات کا انکار نہیں کرتا۔

ان دلائل واقعیہ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصًا سید الانبیاء ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبور پر نور میں زندہ ہیں۔ حاضر ہونے والوں کے سلام و کلام کو سنتے ہیں ان کی حاجت روائی

---

[1] ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے　　عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

نیز کیا خوب ہے ؎

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں　　عشق پر ایمان کی بنیاد رکھ

فرماتے ہیں ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ کما مرّ من قبل۔

عثمانی کمپنی کے اقوال کے جوابات

آئیے اب ذرا ڈاکٹر عثمانی کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیں۔ ہم اپنے خدا کو شاہد جانتے ہوئے ان دلائل کی حقیقت آپ کے سامنے واضح کرتے ہیں۔ اگر آپ بغور مطالعہ فرمائیں گے تو آپ پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ کس طرح ڈاکٹر موصوف نے کتر بیونت اور تحریف لفظی و معنوی سے کام لے کر اپنا مطلب و مدعا کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ڈاکٹر عثمانی کی تمام تالیفات میں چند آیات و احادیث ہیں جن کو مختلف انداز میں پیش کر کے اپنے مطلب کے حصول کی ناکام کوشش کی ہے اس کی ہر ایک کتاب اس کی دوسری کتاب کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ بناء بریں ہماری یہ کوشش ہوگی کہ موضوعِ زیر بحث پر کلام کرتے ہوئے ساتھ ساتھ موصوف کی دیگر ریشہ دوانیوں کا بھی جواب ہو جائے۔ اس طرح اس کے تمام کتابچوں کی حقایت کا نقشہ آپ کے سامنے آجائے گا۔

ان آیات پر علیٰحدہ علیٰحدہ تفصیلی کلام سے قبل تھوڑا سا اجمالی اور مجموعی بیان مناسب ہوگا۔ ڈاکٹر مذکور کا ان آیات طیّبہ کے ذکر سے جو اصلی مقصد ہے وہ گذشتہ صفحات پر گذر چکا ہے۔ علاوہ ازیں وہاں موت کی کسی قدر تشریح اور اس کا معنیٰ و مفہوم بھی مذکور رہا ہے۔ اور عثمانی صاحب جیسے

نظریات رکھنے والے لوگ عام مسلمانوں کو حیات اور موت کے ظاہری لفظ سے ہی دھوکا دیتے ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ یہاں موت اور حیات کا وہ معنیٰ و مفہوم ذکر کیا جائے جو قرآن و سُنّت کو مطلوب اور عربی قواعد لغت کے مناسب ہے۔

موت وحیات کا شرعی مفہوم

لفظ موت قرآن مجید میں متعدّد معانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً زمین میں قوّتِ نمو کا مفقود ہونا۔ حواس کا جاتے رہنا۔ حزن، سکون، نیند اور ابانۃ الروح عن الجسد (جسم سے روح کا جدا ہونا) اور جب ہم کسی انتقال کرنے والے شخص کے لئے موت کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے یہی آخری معنیٰ مراد ہوتا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انبیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الیٰ دار۔

(تفسیر کبیر امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ص ۲۱/۲۱۲)

یعنی "اللہ کے نبیوں کو موت (حقیقی) نہیں آتی (موت عادی آتی ہے، اسی لئے تو فرمایا) کہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوجاتے ہیں۔" اور علماء ربانیین نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں واضح کیا:

اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دار الفناء الیٰ دار البقاء۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ ص ۳۴۱/۳)

اللہ کے خاص بندوں کو موت کے ہاتھ فنا نہیں کرتے موت کی وجہ سے ان کے حواس اور قوائے مدرکہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ عمدہ اور اچھی زندگی[1] کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں۔ پہلے دار فناء میں تھے اب یہاں

---

[1] قرآن مجید میں ارشاد ہے: (باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سے منتقل ہو کر دار بقا کو چلے گئے۔ جہاں نہ خوف ہوگا نہ غم۔ جملہ مفسرین کرام اور علمار لغت نے موت کا یہی معنیٰ کیا ہے۔ کسی بھی کتاب میں اموات کے متعلق موت کا معنیٰ گل سڑ جانا، حواس و مشاعر کا مفقود ہو جانا نظر نہیں آیا بلکہ قرآن مجید میں تو زندہ کفار کو بھی اموات کہا گیا ہے۔ نیز ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "موتوا قبل ان تموتوا" بھی متقاضی ہے کہ موت کا یہ معنیٰ بیان کرنا خانہ زاد اختراع ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے قبل کے کسی شاعر کا شعر ملاحظہ ہو ؎

لیس من مات فاستراح بمیت انما المیت میت الاحیاء

جس کو موت آئے اور وہ (دنیاوی کلفتوں سے) راحت پا جائے مردہ نہیں بلکہ مردہ تو وہ ہے جو زندوں میں ہوتے ہوئے بھی مردہ ہو یعنی وہ اپنی اس زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بسر نہیں کرتا۔

علمار تفسیر و لغت نے موت کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا:

الموت صفۃ وجودیۃ خلقت ضدا للحیاۃ و باصطلاح اھل الحق قمع ھوی النفس فمن مات عن ھواہ فقد حیی۔

(تفسیر روح البیان للشیخ اسمٰعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ ص۴۷۶ ج۵)

موت صفت وجودی ہے جو حیات کی ضد ہے اور اہلِ حق کی اصطلاح میں موت اپنی نفسانی خواہشات کا قلع قمع کرنا ہے۔ سو جو شخص اپنی خواہشات سے دستکش ہو گیا وہ زندگی جاوید پا گیا۔

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً۔
یعنی جو بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے ضرور (مرنے کے بعد) صاف ستھری زندگی عطا کریں گے۔ اس آیت میں ایک تفسیری قول ص۱۹ پر گذر چکا ہے۔

هوانقطاع تعلّق الروح بالبدن ومفارقة وحيلولة بينهما وتبدل حال وانتقال من دار الیٰ دار۔

(امام سیوطی رحمہ اللہ متوفی ۹۱۱ھ شرح الصدور ص۵)

علماء کرام کا ارشاد ہے کہ موت بالکل نیست و نابود اور مکمل طور پر فنا ہو جانے کا نام نہیں بلکہ موت کا مطلب یہ ہے کہ روحؔ[1] اور بدن کا باہمی تعلق منقطع اور جدا ہو جاتا ہے اور ان دونوں کے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے موت تو بس تبدیلئ حالت اور دنیا کو چھوڑ کر آخرت کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

الموت جسر یوصل الحبیب[2] الی الحبیب۔ (شرح الصدور ص۷)

موت کو ایک پل سمجھ لو جو ایک دوستؔ[3] کو دوسرے دوست کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

وانّ الموت لیس عدمًا مطلقا صرفا بل ھو عدم شیئ مخصوص۔ (تفسیر روح المعانی للعلامہ آلوسی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۷۰ھ ص ۵۱۴ ج ۲۹)

موت کا معنیٰ یہ نہیں کہ مرنے والا مکمّل طور پر نیست و نابود ہو جاتا ہے بلکہ موت ایک مخصوص حالت کے معدوم ہو جانے کو کہتے ہیں۔

---

[1] روح اور حیات میں بہت واضح فرق ہے چند سطور کے بعد بیان ہوگا۔

[2] و [3] اسی لئے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت جب ان کی زوجہ محترمہ نے کرب و رنج کا اظہار کیا اور کہا واحرباہ تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فوراً منع کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ افسوس بھرے کلمات نہ کہو بل قولی واطرباہ بلکہ کہو واہ کتنی عظیم خوشی کا مقام ہے کیونکہ القی غداً الاحبۃ محمداً وصحبہ۔ کل میں اپنے محبوب حضرات، سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے جا ملوں گا۔

اور ترجمانِ حقیقت کہتے ہیں :ـ

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

حیات

حضرت العلامہ القاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اپنی تفسیر مظہری کے

ج ۲۹۷ ص ۱۸ پر رقم طراز ہیں:

والحیاۃ من صفات اللہ تعالیٰ وھی صفۃ یستتبعھا العلم والقدرۃ والارادۃ وغیرھا من صفات الکمال وقد استودعھا اللہ فی الممکنات وخلقھا فیھا علی حسب ارادتہ واستعداداتھا فظھرت فی الممکنات علی مراتب شتی۔

یعنی حیات اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور وہ ایسی صفت ہے جو علم قدرت، ارادہ اور اس قسم کی دیگر صفاتِ کمالیہ کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ممکنات میں ودیعت فرما رکھا ہے اور ان میں ان کی ذاتی صلاحیتوں اور اپنے ارادہ کے مطابق اسے پیدا فرمایا ہے۔

مشہور درسی تفسیر جلالین میں ہے:

الحیٰوۃ وھی ما بہ الاحساس۔ (جلالین ص ۲۶۶ نور محمد اصح المطابع)

یعنی حیات وہ شی ہے جس سے احساس و ادراک حاصل ہوتا ہے۔

بغرضِ اختصار انہی دو حضرات کے ارشادات پر اکتفاء کرتا ہوں وگرنہ جملہ مفسرین اور علماءِ لغت کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ حیات ایسی صفت ہے جو علم، قدرت، ارادہ، سماع و رؤیت اور دیگر اوصافِ کمالیہ کا سبب ہے یہ اوصاف ہیں تو حیات موجود ہے اور اگر یہ اوصاف نہیں تو حیات بھی نہیں اور پھر یہ بھی واضح ہوا کہ روح کا حیات و موت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جسم

سے خروجِ روح، موت نہیں اور نہ ہی جسم میں روح کا پایا جانا حیاتِ مستمرّہ کی دلیل ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ روح وجسم دونوں سے پاک ہے تو کیا ان دونوں اوصاف کے معدوم ہونے کی بنا پر حیاتِ الٰہی کا بھی انکار کیا جائے گا۔ ستون حنّانہ کا قصہ مشہور ہے کہ جب اس کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرمانے کی بجائے نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم منبر پر جلوہ گر ہوئے تو اس کھجور کے پرانے خشک تنے نے چھوٹے بچے کی طرح سسک سسک کر رونا شروع کر دیا اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ تسلّی آمیز کلمات ارشاد فرمائے تو وہ خشک تنا بالکل بچوں کے چپ ہونے کی طرح ہچکیاں لیتا ہوا خاموش ہوا۔

اسی طرح درخت کا یہ سُن کر کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں" چل کر حاضر ہونا[1]۔ ابو جہل کے ہاتھ میں کنکریوں کا کلمہ پڑھتے ہوئے بول اٹھنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پتھروں کا صلوٰۃ وسلام عرض کرنا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا دو درختوں کو پکڑ کر باہم ملانا، ان کا مل جانا اور پھر مل کر جدا ہونا، اور اپنے اپنے مقامات پر چلے جانا۔ احد پہاڑ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنبیہہ فرمانا کہ ہلنے سے رُک جاؤ اور پہاڑ کا جھومنے سے رُک جانا۔ ایسے واقعاتِ صحیحہ ہیں جن سے بخوبی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حیات کے لئے روح کا پایا جانا ضروری نہیں۔ البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عادت (طریقۂ کار) یہ ہے کہ حالتِ عمومی میں روح ہی سببِ حیات ہوتی ہے۔ روح

---

[1] علاّمہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة　　تمشی الیه علیٰ ساق بلا قدم

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو اشجار سرِ تسلیم خم کر کے حاضرِ خدمت ہو گئے اور وہ بغیر پاؤں کے پنڈلی (تنے) پر چل کر آئے۔

نفسِ حیات نہیں۔ دیکھئے سوتے ہوئے آدمی کی روح نہ جانے کہاں کہاں سیر کرکے آجاتی ہے لیکن حیات پھر بھی موجود رہتی ہے تو اس لحاظ سے جسم سے روح کا نکل جانا موت نہیں۔ اور اوپر گزرا کہ موت کا معنیٰ ابانۃ الروح عن الجسد (جسم سے روح کا خارج اور جدا ہونا) ہے اور اس معنیٰ کے لحاظ سے موت تمام نوعِ بشر کو شامل ہے۔ سو سب کی روح ایک مرتبہ جسم سے ضرور جدا ہوگی، تو اس طرح ان دونوں باتوں میں بظاہر تعارض ہے لیکن ذرہ برابر غور سے یہ عقدہ بھی حل ہوجائے گا۔ حیات و موت دونوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) حیات و موت عادی: یعنی روح کا جسم کے اندر موجود یا معدوم ہونا کیونکہ روح سببِ حیات ہے اور عادۃً مسبب سبب پر ہی موقوف ہوتا ہے سو روح کی موجودگی حیاتِ عادی کی موجودگی ہوگی اور روح کے نہ ہونے کی وجہ سے موت عادی واقع ہوجائے گی۔

(۲) حیات و موت حقیقی: یعنی جس میں ادراکات، حواس، مشاعر کا ختم ہوجانا حقیقی معنیٰ میں موت ہے۔ کیونکہ یہ احساسات سبب ہیں حیات کا، تو جب یہ احساس ہی نہ رہا حیاتِ حقیقی نہ رہی اور حیات حقیقی نہ ہونے کی وجہ سے موت حقیقی متحقق ہوگئی۔

مختصر یہ کہ ان آیات کے بموجب تمام ممکنات اور جملہ مخلوقات پر موت بمعنے اخروج روح از جسم ضرور آئے گی سو یہ موت حقیقی نہیں بلکہ عادی ہے۔ پس حیات حقیقی میت میں موجود رہتی ہے اور بعدہٗ جسم میں روح کے دوبارہ آجانے کی وجہ سے حیات عادی بھی ثابت ہوگئی اور انبیاء کرام کی یہ حیات مستمرّ[1] اور دائماً ابداً رہتی ہے۔ لیکن عوام کی حیات عادی میں انقطاع

[1] مسلسل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

ممکن ہے۔ البتہ حیات حقیقی باقی رہے گی اور اسی حیات حقیقی سے میت کو ادراک و شعور اور احساسات نصیب ہوتا ہے۔ قبر میں تنعم[1] و تعذب کا احساس بھی اسی حیات کی وجہ سے ہے اور اگر حیات کا ہی انکار کر دیا جائے تو یہ عذاب و ثواب قبر کیسے ممکن ہو گا؟ ہمارے اس دعوے کی مزید تقویت و تائید امام زرقانی رحمہ اللہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

وقد ثبت ان اجساد الانبیاء لا تبلی وعود الروح الی الجسد ثابت فی الصحیح لسائر الموتیٰ فضلا عن الانبیاء۔

یعنی "یہ ثابت شدہ امر ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام کو کوئی گزند نہیں پہنچتا اور روح کا بدن کی طرف لوٹنا تو تمام مُردوں کے لئے صحیح احادیث سے ثابت ہے چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السّلام جن کی شان بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔

ان الفاظ کے ذکر سے ہمارا مقصد صرف اتنا عرض کرنا تھا کہ روح و حیات میں فرق ہے اور ان دونوں کا لزوم عقلی نہیں عادی ہے۔ یعنی عموماً ایسا ہوتا ہے کہ روح ہوگی تو حیات ہوگی لیکن کبھی کبھی بغیر روح کے بھی حیات پائی جاتی ہے۔ کیونکہ روح حیات کے لئے سبب ہے۔ اور اللہ کی عادت و سُنّت یہ ہے کہ اس عالم میں اشیاء کو ان کے اسباب کے ذریعے قائم فرماتا ہے۔ لیکن وہ قیوم و قدیر بغیر سبب کے بھی مسببات کو قائم کر سکتا ہے مثل خلق آدم و حوا و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور جب روح و حیات میں تلازم حقیقی نہیں تو جسم سے مجرّد خروجِ روح موتِ حقیقی نہیں بلکہ موتِ عادی ہے جو حیات حقیقی کے منافی نہیں۔

جب یہ بات آپ کے سامنے واضح ہو گئی تو اب ذہن نشین کر لیجئے۔

---

[1] حصولِ نعمت اور عذاب۔

عثمانی اینڈ کمپنی نے جتنی بھی آیات۔ واحادیث اور اقوالِ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ذکر کئے ہیں۔ ان سب میں موت سے یہی موت عادی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت تکوینیہ کے پیشِ نظر موت عادی ہر فرد بشر کو آئے گی کیونکہ اس موت کے بغیر عالمِ برزخ کے احکام واوصاف متحقق نہیں ہوتے اس لحاظ سے یہ آیات ہمارے عقیدہ کے خلاف نہیں[1]۔ کیونکہ ہم اس موت عادی وطاری کے وقوع کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ دیگر مخلوق کی طرح انبیاء کرام علیہم السّلام کو بھی یہ موت آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق ان کی ارواح واپس ان کے اجسادِ مطہرہ میں لوٹا دیں اور اسی طرح ان کو حیاتِ حقیقی جسمانی بھی حاصل ہوگئی۔ اور غالباً انبیاء کرام اور عوام النّاس کی موت میں اسی فرق کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ اِنَّكَ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُوْنَ بھی کہا جا سکتا تھا کہ اس کا بھی یہی معنیٰ بنتا ہے۔ لیکن آخر کوئی خاص فرق ہے۔ تبھی تو اللہ تعالیٰ نے سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کو علیحدہ ذکر فرمایا اور کفار مکہ کی موت کو علیحدہ۔ اگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اور عوام کی موت کا ایک ہی معنیٰ ومفہوم[2] ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں تطویل بے جا سے لازماً اجتناب فرماتے ہوئے ایک ہی جملہ

---

[1] بلکہ یہ آیات عثمانی صاحب کی "مبلغِ علم" کی وضاحت کر رہی ہیں کہ جناب کو یہ تک پتہ نہیں چلا کہ ان آیات میں موت سے موت عادی مراد ہے حقیقی نہیں۔ ناظرین! دیکھئے شہید کو بھی موت آتی ہے آپ سب مشاہدہ کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی اور حیات کو نہایت تاکیدی انداز میں ذکر کیا ہے۔ یہاں تک فرما دیا کہ ان کو مردہ تصور بھی نہ کرو۔ سو واضح ہوا کہ یہاں حیات سے حیات حقیقی مراد ہے۔ اور موت سے مراد عادی وعارضی موت ہے۔ منہ غفرلہٗ ۱۲

[2] صد افسوس کہ عثمانی صاحب نے قرآن مجید کی آیت کے برعکس انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور عوام کی موت میں کوئی فرق نہ رکھا بلکہ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی عوام النّاس کے حق میں بھی درست نہیں۔

میں مجموعی طور پر ذکر فرما دیتا جس طرح کہ اس سے متصل آیت "ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" میں بر بنائے اتحادِ مضمون دونوں کو ایک ہی آیت میں جمع فرما دیا۔

ہاں تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہم انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے حق میں موت عادی کے وقوع کے منکر نہیں بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو موت آئی لیکن اس موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح شریفہ کو ان کے اجساد مبارکہ میں لوٹا کر انہیں حیاتِ حقیقی جسمانی مثل دنیوی سے نوازا۔ جیسا کہ صفحات سابقہ میں گذرا کہ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایک دفعہ موت آنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا نہیں فرمائی گئی اور یہ کہ موت کی وجہ سے ان کے ادراکات و احساسات اور شعور بالکل مفقود ہو کر رہ گئے ہیں اور ہم نے تو ان صفحات میں آیاتِ مقدسہ اور احادیث طیبہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حیات حقیقی تو حاصل رہتی ہی ہے مزید برآں اللہ تعالیٰ ان کی ارواح کو ان کے اجساد کی طرف لوٹا کر حیاتِ جسمانی مثل دنیوی عطا فرما دیتا ہے انہی آیات واحادیث کی روشنی میں علماءِ کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں اس عقیدہ کی تشریح کی ہے۔

قال القرطبی نقلا عن بعض مشائخہ الموت لیس بعدم محض بالنسبۃ للانبیاء علیہم السّلام و الشھدآء فانھم موجودون احیاء وان لم نرھم (حاشیہ حیاۃ الانبیاء للبیہقی)	حض: قرطبی اپنے بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انبیاء کرام اور شہداء عظام کے لحاظ سے موت محض معدوم ہونے کا نام نہیں، بے شک وہ زندہ موجود ہیں اگرچہ ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔
وقال الشیخ تقی الدین	حضرت علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ

السبکی حیاۃ الانبیآء والشھدآء فی القبر کحیاتھم فی الدنیا ویشھد لہ صلوٰۃ موسیٰ علیہ السلام فی قبرہ فان الصّلوٰۃ تستدعی جسدا احیا وکذلک الصفات المذکورۃ فی الانبیآء لیلۃ الاسرآء کلھا صفات الاجسام۔

(انبیاء الاذکیاء صـ ۶۱)

انبیاء وشہداء کو قبر میں ویسی زندگی حاصل ہے جیسی دنیا میں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا اپنی قبر میں نماز ادا کرنا اس پر شاہد ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو مقتضی ہے اور اسی طرح وہ صفات جو شبِ معراج انبیاء کرام کے بارے میں مذکور ہیں تمام کی تمام اجسام کی صفات ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ امام بیہقی متوفی ۴۵۸ھ کی تصنیف کتاب الاعتقاد کے حوالے سے فرماتے ہیں:

الانبیآء بعد ما قبضوا ردت الیھم ارواحھم فھم احیآء عند ربھم کالشھدآء۔ (انباء الاذکیاء صـ ۵۱)

انبیاء کی ارواح قبض کرنے کے بعد ان کے اجسام کی طرف لوٹا دی گئیں سو وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اسی طرح شہداء بھی۔

علامہ ابن حجر مکی متوفّی سنہ ۹۷۴ھ رأس المتصوفین ابن عربی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں:

لانّہ وسائر الانبیآء احیآء ردّت الیھم ارواحھم بعد ما قبضوا واذن لھم فی الخروج من قبورھم التصرف فی الملکوت العلوی والسفلی۔ (فتاویٰ حدیثیہ)

یعنی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مع روح وجسم اصلی نصیب ہونا ناممکنات میں سے نہیں) کیونکہ آپ اور دیگر تمام انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام کی ارواح مبارکہ قبض کرنے کے بعد دوبارہ انہی اجسادِ مطہرہ کی طرف لوٹا دی گئیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اذن عطا فرما رکھا ہے کہ اپنی قبور سے نکل کر ملکوت علوی وسفلی (عالمِ بالا و زیریں) میں تصرّف کرتے رہیں۔

انباء الاذکیاء صلا۵۲ پر مذکور ہے:

موت الانبیآء انّما ھو راجع الیٰ ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکھم وان کانوا موجودین احیآء۔

یعنی انبیاء کرام کی موت کا صرف اور صرف یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے ہیں اور ہم ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ یہی بات علامہ ابن قیم نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے صلا۵۴ پر ذکر کی ہے۔

امام اہلسنت اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ ان تمام آیات، احادیث اور ارشادات کا نہایت ہی عمدہ خلاصہ بیان فرماتے ہیں:۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے
اس کی ازواج سے جائز ہے نکاح اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا جسم پر نور بھی روحانی ہے

ہمارے اس مجموعی بیان سے آپ پر بخوبی واضح ہو گیا ہو گا کہ ڈاکٹر عثمانی اینڈ کمپنی کی طرف سے پیش کردہ آیات طیبات اور ان کے عقیدہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اب ذرا ان آیات طیبہ پر علیحدہ علیحدہ گفتگو عرض ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ کفار مکہ آپس میں ایک دوسرے کو یوں تسلیاں دیا کرتے تھے کہ یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا دین چند دن کی بات ہے۔ اولادِ نرینہ بھی نہیں سو جب ان کو موت آجائے گی تو ہم ان کی اس تبلیغ سے محفوظ ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو ان کی اس ہرزہ سرائی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے حبیب! بے شک آپ کو بھی انتقال کرنا ہے اور وہ بھی مرجائیں گے پھر قیامت کے دن تم سب اپنے رب کے سامنے اپنا اپنا موقف پیش کرو گے۔ یوں تو نہیں کہ آپ کو تو موت آئے اور یہ بچ جائیں اور دندناتے پھریں کہ یہی سمجھ کر خوش ہوتے پھرتے ہیں۔ اس آیت میں نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی موت کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اور اسی بات کی وضاحت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدہ خطاب فرمایا گیا اور کفار کی موت کا الگ سے ذکر ہوا اور کفار کے اسی نظریئے کی تردید کے لئے یہ آیت بھی نازل فرمائی:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط

یعنی ہم نے آپ سے قبل بھی دنیا میں کسی بشر کے لئے دوام نہیں بنایا اگر آپ اس دنیا سے انتقال کر جائیں تو کیا وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہر ذی روح نے موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ فرماتے ہیں:

وماخلدنا احدا من بنی آدم یا محمد قبلك فی الدنیا فنخلدك فیها۔ (تفسیر طبری ج ۲۴ ص ۱۲۷)

ومثله فی سائر التفاسیر الشریفة۔

معلوم ہوا کہ اس آیت کا مدلول صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تکوینیہ وتشریعیہ کے مطابق اس دنیا میں کسی کو دائماً خالداً ابداً نہیں رہنا بلکہ یہ دنیا چھوڑ کر دار آخرت کو اختیار کرتا ہے۔ یہ کسی بھی لفظ سے مترشح نہیں کہ موت فنار محض اور کلیۃً نیست ونابود ہو جانے کا نام ہے اور یہ کہ میت کو کوئی ادراک وشعور حاصل نہیں۔ عثمانی صاحب نے سورہ النحل کی آیت:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔

اپنے مختلف کتابچوں میں اپنے عقیدہ مذمومہ کے اثبات کے لئے ذکر کی ہے۔ موصوف نے اس آیت کا جو ترجمہ کیا ہے اور اس پر جو حاشیہ چڑھائی کی ہے وہ ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اور بعد میں اس آیت کے بارے میں جملہ مفسرین کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے گا۔ عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۲۰ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۲۱

(سورۃ النحل آیۃ ۲۰-۲۱)

ترجمہ: اور اللہ کے علاوہ، وہ دوسری ہستیاں جن کو لوگ (حاجت روائی) کے لئے پکارتے ہیں وہ کسی چیز کی بھی خالق نہیں ہیں بلکہ خود مخلوق ہیں۔ موت کے بعد وہ بالکل مُردہ ہیں اُن میں جان کی رمق تک باقی نہیں ہے۔ اُنھیں اپنے متعلق بھی یہ تک معلوم نہیں کہ وہ کب (دوبارہ زندہ کرکے) اُٹھائے جائیں گے۔ (النحل آیت ۲۰-۲۱)

اس ارشاد میں کسی کا کوئی استثنیٰ نہیں، نہ انبیاء کا اور نہ اولیاء کا۔ اور جب وفات کے بعد کسی ایک بھی جان کی ایک رمق تک باقی نہیں رہتی پھر حیات، سماع اور عرض اعمال کا اثبات کیسا۔ کتنے انبیاء ایسے ہیں جن کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکارا گیا ہے اگر انبیاء کی کوئی خصوصیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو بیان کر دیتا اور اس طرح عام اعلان نہ کرتا کہ کسی مرنے والے میں بھی جان کی رمق تک باقی نہیں رہتی۔

ناظرینِ کرام! ڈھٹائی کی حد ہوگئی کہ تمام مفسرین کرام اور علماء امت اس آیت[۱] کو بتوں کے بارے میں واضح کریں (اس سے ماقبل آیات میں بھی

---

[۱] بتوں کے بارے میں وارد آیات کو محبوبانِ بارگاہ الوہیت پر چسپاں کرنا خوارج کا طریقہ اور بڑا گناہ ہے اپنی عقل ہی سے سوچئے کہ حق کو باطل کے مساوی کہنے سے زیادہ بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہوگا۔

بتوں کا تذکرہ ہوتا چلا آرہا ہے سو اسلوبِ قرآنی کے لحاظ سے بھی یہ آیت بتوں ہی کے بارے میں ہے) اور عثمانی صاحب قرآنی سیاق و سباق اور جملہ علماء امت کے اقوال کو بالائے طاق رکھ کر اس آیت کو اللہ کے برگزیدہ رسولوں، نبیوں اور اولیاء کرام پر چسپاں کریں۔ ملاحظہ فرمائیں ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے تفسیری اقوال۔

اس بات کی طرف بھی توجہ رکھئے کہ میں نے اپنی اس تحریر میں جملہ حضرات علماء کرام علیہم الرحمۃ کے سنینِ وفات ذکر کر دیئے ہیں۔ تاکہ آپ یہ جان سکیں کہ یہ عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں بلکہ ابتداء سے ہی امتِ مسلمہ کا یہی عقیدہ چلا آرہا ہے۔ نیا عقیدہ تو ان بدعتیوں کا ہے جس کی نظیر بارھویں صدی کے وسط سے قبل نہیں ملتی۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

یقول تعالیٰ ذکرہ: واوثانکم الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ایھا الناس آلھۃ لا تخلق شیئاً وھی تخلق فکیف یکون الھاما کان مصنوعا مدبرا لا تملك لأنفسھا نفعا ولاضرا اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون (۲۱) یقول تعالیٰ ذکرہ لھؤلاء المشرکین من قریش	اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم جن اور بتوں کو اپنا الٰہ کہہ کر پکارتے ہو وہ کسی شے کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں سو وہ تمہارے اپنے تراشیدہ بت جو اپنی ذات کے نفع و نقصان کے مالک نہیں، الٰہ کیسے ہو سکتے ہیں اور اے مشرکین قریش مکہ تمہارے یہ معبودانِ باطلہ اموات ہیں احیاء نہیں یعنی وہ

والذین تدعون من دون الله ایها الناس (اموات غیر احیآء) وجعلها جل ثناءہ امواتا غیر احیاء اذا کانت لا ارواح فیها کما حدثنا بشر قال حدثنا یزید، قال سعید عن قتادہ قولہ (اموات غیر احیآء وما یشعرون ایان یبعثون) وھی ھذہ الاوثان التی تعبد من دون الله اموات لا ارواح فیها ولا تملك لاھلها ضرا ولا نفعًا۔۔۔۔۔۔ وقولہ (وما یشعرون) یقول وما تدری اصنامکم التی تدعون من دون الله متی تبعث وقیل انما عنی بذلك الکفار انهم لا یدرون متی یبعثون۔

(تفسیر طبری ص ۹۳، ۹۴ / ۱۴ ج)

جمادات ہیں اور ان کے اندر روح نام کی کوئی شئ نہیں۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ مجھے میرے استاد بشر نے اُن کو ان کے استاد یزید نے بتایا اور انہیں ان کے استاد سعید نے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے آیت اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (یہ مردہ ہیں زندہ نہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ کب اُٹھائے جائیں گے) کی تفسیر یہ بتائی کہ یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے کیونکہ وہ مردہ ہیں نہ تو ان میں ارواح ہیں۔ اور نہ ہی وہ اپنے پرستاروں کو ضرر و نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَمَا یَشْعُرُوْنَ (اور انہیں شعور نہیں) سے مراد یہ ہے کہ اے کفار تمہارے یہ بت جنہیں اللہ کے مقابلہ میں تم پکارتے ہو انہیں یہ شعور تک نہیں کہ وہ کب اُٹھائے جائیں گے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مراد کفار بذاتِ خود ہیں کہ انہیں اپنے اُٹھائے جانے کا علم نہیں۔

درسِ نظامی کی مشہور تفسیر انوار التنزیل و اسرار التاویل میں امام بیضاوی

رحمہ اللہ متوفی ۶۸۵ھ فرماتے ہیں:

(والذین تدعون من دون
اللہ) ای والالهة الذین
تعبدونهم من دونه وقرأ
ابوبکر یدعون بالیاء وقرء
حفص ثلاثها بالیاء (لایخلقون
شیئًا) لما نفی المشارکة بین
من یخلق ومن لا یخلق انهم
لایخلقون شیئا لینتج انهم
لا یشارکونه ثم اکد ذلك
بان اثبت لهم صفات تنافی
الالوهیة فقال (وهم یخلقون)
لانهم ذوات ممکنة مفتقرة
الوجود الی التخلیق والاله ینبغی
واجب الوجود (اموات) هم
اموات لا تعتریهم الحیاة
او اموات حالا او مآلا (غیر
احیآء) بالذات لیتناول
کل معبود والاله ان یکون حیا بالذات
لایعتدیه الممات (ومایشعرون
ایان یبعثون) ولا یعلمون وقت

(وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ)
اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ تدعون یہاں
تعبدون کے معنیٰ میں ہے سو آیت کا
مطلب یہ ہے کہ وہ معبودانِ باطلہ جن
کی تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کرتے
ہو وہ کسی چیز کے خالق نہیں اور اس
کی تاکید کے لئے پھر ایسی صفات ذکر
کیں جو الوہیت کے منافی ہیں سو فرمایا
وھو یخلقون کہ یہ بت خود مخلوق ہیں
اور گھڑے گئے ہیں سو وہ خالق اور
معبود نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ایسی اشیائ
ہیں جو بذاتِ خود ممکن ہیں اور اپنے
وجود کے لئے کسی کی تخلیق کی محتاج ہیں
جبکہ معبود تو وہ ہوتا ہے جو بذاتِ خود
واجب الوجود ہو۔ یہ تمہارے اپنے
ہاتھوں کے تراشیدہ بت تو اموات ہیں
جن کو زندگی کبھی نصیب ہی نہ ہوگی۔
جمادات ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں
کہ کب وہ اٹھیں گے اور نہ ہی انہیں
یہ معلوم کہ ان کے پجاری کب قبروں

بعثهم او بعث عبدتهم فكيف يكون لهم وقت جزاء على عبادتهم۔ ؎

سے اٹھیں گے کہ پھر ان کو ان کی عب
کی کوئی جزا اور بدلہ دیں۔

امام جلیل ابو عبداللہ قرطبی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۱ھ فرماتے ہیں:

(لایخلقون شیئا) ای لا یقدرون علیٰ شئ (وهم یخلقون) اموات غیر احیاء) ای هم اموات یعنی الاصنام لاارواح فیها ولا تسمع ولا تبصر ای هی جمادات فکیف تعبدونها وانتم افضل منها بالحیاۃ۔ (وما یشعرون) یعنی الاصنام (ایان یبعثون) (الجامع لاحکام القرآن لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، الجزء العاشر سورۃ النحل ص۹۴)

(لا یخلقون شیئا) یعنی وہ کوئی چی
بنانے پر قدرت نہیں رکھتے بلکہ وہ خ
مخلوق ہیں مردے بے جان یعنی وہ کا
ہیں اس سے مراد بت ہیں جن میں رو
نہیں ہے نہ تو سنتے ہیں اور نہ ہی دیک
ہیں یعنی وہ جمادات ہیں تو پھر تم ان
کیونکر پوجا کرتے ہو حالانکہ تم ان
حیات کی وجہ سے افضل ہو اور وہ
بت یہ تک شعور نہیں رکھتے کہ انہ
کب اٹھایا جائے گا۔

امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن رحمہ اللہ متوفی ۷۲۵ھ اپنی تف
میں رقم طراز ہیں:

(والذین تدعون من دون اللہ) یعنی الاصنام التی تدعونها الهة من دون اللہ (لایخلقون شیئا وهم یخلقون) ----- (اموات) ای جمادات میتة لاحیاة فیها (غیر احیاء) یعنی کغیرها ----- (وما یشعرون) یعنی هذه الاصنام (ایان یبعثون) یعنی متی یبعثون۔ (تفسیر الخازن ص۱۱۱ ج۳)

امام اسمٰعیل بن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ اس آیت کی یوں تفسیر ف

؎ (تفسیر البیضاوی ص۱۲۸)

ہیں:

ثم اخبران الاصنام التی یدعونها من دون اللہ لا یخلقون شیئا وھم یخلقون کما قال الخلیل (اتعبدون ما تنحتون؟ واللہ خلقکم وما تعملون) وقولہ (اموات غیر احیآء) ای ھی جمادات لا ارواح فیھا فلا تسمع ولا تبصر ولا تعقل (وما یشعرون ایان یبعثون) ای لا یدرون متی تکون الساعۃ فکیف یرتجی عند ھٰذہ نفع او ثواب اوجزاء انما یرجی ذٰلک من الذی یعلم کل شیٔ وھو خالق کل شیٔ۔ (تفسیر ابن کثیر صہ ۵۶۴ ج ۲)

حضرت العلامہ الشیخ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ تحریر فرماتے ہیں:

(والذین یدعون) ای والآلھۃ الذین یعبدھم الکفار والدعا بمعنی العبادۃ فی القرآن کثیر۔

(تفسیر روح البیان صہ ۲۳ ج ۵)

مفسر کبیر فاضل شہیر علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ ارقام فرماتے ہیں:

(والذین یدعون) شروع فی تحقیق ان الھتھم بمعزل عن استحقاق العبادۃ وتوضیحہ بحیث لا یبقی فیہ شائبۃ ریب بتعداد احوالھا المنافیۃ لذٰلک منافاۃ ظاھرۃ وکانھا انما شرحت مع ظھورھا للتنبیہ علیٰ کمال حماقۃ المشرکین وانھم لا یعرفون ذٰلک الا بالتصریح ای والالھۃ الذین تعبدونھم ایھا الکفار (من دون اللہ) سبحانہ (لا یخلقون شیئا) من الاشیاء اصلا ای

ليس من شانهم ذلك ------ وجوزان من اولئك المعبودين الملائكة عليهم الصلوٰة والسلام وكان اناس من المخاطبين يعبدونهم لا يرد عليها الموت وجوز فى قرأة (والذين يدعون) بالياء آخر الحروف ان يكون الاموات هم الداعين واخبر عنهم بذلك تشبيها لهم بالاموات لكونهم ضلالا غير مهتدين، ولا يخفى ما فيه من البعد (وما يشعرون ايان يبعثون) الضمير الاول للالهة و الثانى لعبدتها۔ (تفسیر روح المعانی ص ۱۳۰ ج ۷ جزء ۱۴)

ان جلیل القدر اور مستند ائمہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ان فرمودات سے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

(۱) ان آیات کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں۔

(۲) تدعون سے مراد پکارنا نہیں بلکہ عبادت کرنا ہے۔

(۳) من دون اللہ کے مصداق اللہ کے انبیاء کرام، رسل عظام یا اولیاء ذوی الاحترام نہیں بلکہ وہ بت ہیں جنہیں وہ مشرکین اپنے ہاتھوں سے تراشا کرتے تھے۔

(۴) اموات سے مراد یہ ہے کہ ان بتوں میں روح نہیں اور غیر احیاء نے اسی کی تاکید بیان کی کہ اس دنیا میں دیگر زندہ مخلوقات کی طرح ان میں روح آ ہی نہیں سکتی۔

(۵) اور مبعوث ہونے کا عدم شعور بھی ان بتوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس آیت میں انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء و صلحاء کے ادراک وشعور کی نفی نہیں ہے۔

ان آیات کا مصداق ملائکہ (جن کو اس زمانے میں بعض لوگ پوجتے تھے) بطریق ضعیف بنتے ہیں۔ لیکن یہ جمہور مفسرین اور اسلوبِ قرآنی کے خلاف ہے۔ ان آیات کے بارے میں تیسری صدی ہجری سے لے کر بارھویں صدی تک کے علماء کرام اور مفسرین عظام کے متفقہ اقوال ملاحظہ فرمانے کے بعد ایک دفعہ پھر عثمانی صاحب کا بیان کردہ معنی پڑھیں اور تفاوتِ راہ ملاحظہ فرمائیں ساری امت اور ائمہ و مفسرین ایک طرف اور یہ حضرت ایک طرف۔ غور کیجئے کہ کیا اس ذات شریف کے بیان کردہ ترجمہ کا کوئی ایک لفظ بھی ان مفسرین کے فرمودات کے ساتھ کوئی مناسبت رکھتا ہے۔ بس ایک اپنا ہی نظریہ ہے جسے ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات میں معنوی تحریف کی جا رہی ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کی یہ شان بھی بیان فرمائی ہے یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا وَّیَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا اس قرآن کریم میں معنوی تحریف کا ارتکاب کر کے کئی گمراہ ہوتے ہیں اور کثیر تعداد اس سے ہدایت بھی حاصل کرتی ہے۔

عثمانی صاحب کی قرآن مجید میں تحریف معنوی اور خود غرضانہ تشریح کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے موصوف نے سورۃ مؤمنون کی ۱۰۰ویں آیت میں سے صرف چند الفاظ منتخب کر کے ان کا ایسا معنی بیان کیا ہے جو نہ دیکھا نہ سنا۔ ملاحظہ ہو:

وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ۝	اب ان سب مرنے والوں کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے دوسری زندگی کے دن تک۔

ناظرین کرام! فیصلہ کرنے کی گھڑی آن پہنچی۔ عثمانی صاحب کی کتر بیونت ملاحظہ کرنے کے بعد پوری آیت اور ترجمہ ملاحظہ فرما کر جان لیجئے

کہ جو شخص اپنی ذاتی اور نفسانی خواہشات کی خاطر قرآن مجید میں خیانت کرنے سے نہیں چوکتا۔ اس کے باقی اقوال اور تحریریں کہاں تک مبنی بر صداقت ہوں گی۔ خیر ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝

(مومنون - ۹۹، ۱۰۰)

یہاں تک کہ جب آئے گی ان میں سے کسی کو موت تو وہ (بصد حسرت) کہے گا میرے مالک مجھے دنیا میں واپس بھیج دے شاید میں اچھے کام کروں اس دنیا میں جسے میں ایک بار چھوڑ آیا ہوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک (لغو) بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور ان کے آگے ایک آڑ ہے۔ اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔

تمام مفسرین کرام نے یہی معنیٰ[1] بیان فرمایا ہے بغرضِ اختصار صرف دو مستند و متداول تفسیروں کے اقتباس ملاحظہ ہوں:

(برزخ) حائل بینھم وبین الرجوع الی الدنیا (الی یوم یبعثون) لم یرد انھم یرجعون یوم البعث۔

(تفسیر نسفی متوفی ۷۱۰ھ)

برزخ کا معنیٰ ہے حائل، رکاوٹ جو ان کے اور دنیا کی طرف دوبارہ لوٹنے کی ان کی خواہش کے درمیان ہوگی۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ کا یہ مطلب نہیں کہ اٹھائے جانے کے دن ان کو واپس دنیا میں بھیج دیا جائے گا۔

---

[1] آپ بذاتِ خود کوئی بھی مترجم قرآن مجید لے کر دیکھ لیں کوئی سا بھی ترجمہ و تفسیر ہو انشاء اللہ اس میں یہی معنیٰ و مفہوم ہوگا جو ہم نے پیش کیا۔ منہ غفرلہٗ

(مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ) ای من امامهم و من بین ایدیهم حاجز (اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ) معناہ ان بینهم وبین الرجعة حجابا ومانعا عن الرجوع وھو الموت ولیس المعنیٰ انهم یرجعون یوم البعث وانما ھو اقناط کلی لما علم انه لا رجعة یوم البعث الا الی الآخرة۔ (تفسیر خازن صہ ۳۱۱/۳)

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ کا مطلب ہے کہ ان کے سامنے اور آگے ایک رکاوٹ ہے جو ان کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن تک رہے گی پوری آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے اور دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کے درمیان ایک حجاب اور مانع یعنی موت موجود ہے (موت آجانے کی وجہ سے اب دنیا میں ان کا عرصۂ قیام ختم ہو چکا ہے سو ان کا دوبارہ دنیا کی طرف لوٹایا جانا ناممکن ہے) اس آیت سے یہ مراد نہ لیا جائے کہ وہ یوم نشر و حشر دنیا کی طرف واپس کر دیئے جائیں گے بلکہ (قیامت تک کہہ کر) ان کو بالکل مایوس اور ناامید کرنے کے لئے انہیں بتا دیا کہ یوم نشور بھی رجوع آخرت کی طرف ہی ہوگا دنیا کی طرف نہیں۔ پوری آیت مع ترجمہ و تفسیر آپ نے ملاحظہ فرما کر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جب کفار موت کے فرشتوں کو دیکھیں گے اور ان کو اپنی عاقبت اور انجام نظر آئے گا تو کہیں گے کہ یا اللہ ہمیں موت پسند نہیں بلکہ ہمیں دنیا میں کچھ عرصہ اور رہنے کا موقع دیا جائے ہم اب کبھی بھی بُرے اعمال کا ارتکاب اور غلط نظریات کا پرچار نہ کریں گے لیکن ارشاد ہوگا کہ یہ حسرت اب تیرے دل میں ہی رہے گی اور پھر قیامت کے دن تک دنیا کی طرف لوٹائے جانے کے درمیان اور اس مردے کے درمیان ایک رکاوٹ پیدا ہو جائے

گی اور قیامت کے دن تو دنیا کی طرف بھیجے جانے کی بجائے آخرت ہی کی طرف دھکیلا جائے گا۔

اس آیت کے کون سے لفظ میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور ان کی وفات و موت کا وہ اقرار پوشیدہ ہے جس پر عثمانی صاحب بضد ہیں اور ستم ظریفی کی بھی انتہاء نہ رہی کہ کفار کے بارے میں وارد آیت کو انبیاء کرام علیہم السّلام خصوصاً سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کر دیا ونعوذ باللہ تعالےٰ منہ الف الف مرات۔

عثمانی اور اس کے ہم مشربوں کے بارے میں اپنے دل میں کوئی فیصلہ اسی صورتحال کو جان کر ثابت کر لیجئے کہ وہ آیات جو باتفاق مفسرین بتوں اور کافروں کے بارے میں ہیں ان کو یہ لوگ سیّدالکونین رحمۃ للعالمین باعثِ تخلیقِ کائنات علیہ التحیات والتسلیمات پر وارد کر کے کون سا مخفی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اور ایسے لوگوں کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ اور طرزِ عمل ہونا چاہیئے۔

عثمانی صاحب اور ان کے ہمنوا اپنے دعویٰ کی تائید میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ خطبہ بھی ذکر کرتے ہیں جو آپ نے بوقتِ وصال نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا اور پھر اس پر بعینہٖ اسی طرح حاشیہ چڑھائی کی ہے جس طرح کہ مسطورہ بالا آیاتِ طیبہ میں۔

کتب حدیث وسیر میں یہ خطبہ بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے:

فجاء ابو بکرؓ فکشف عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقبلہ فقال بابی وانت وامی طبت حیا ومیتا والذی نفسی بیدہٖ لایذیقک اللہ الموتتین (بخاری ص۵۱۷) اور ص۴۰،۱۴۴

پر ان الفاظ کا اضافہ ہے واما الموتۃ التی کتبت علیک فقد متھا۔
یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے چہرۂ اقدس سے پردہ ہٹایا
اور پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی زندگی
اور موت دونوں نہایت اچھی تھیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت
میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ۲ موتوں کا مزہ نہیں چکھائے گا ایک
موت جو آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آچکی۔

یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وہ ارشادات جن سے عثمانی
برادران نے یہ ثابت کیا ہے کہ "آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر میں زندہ کئے جائیں
اور قیامت کے دن پھر موت آئے یہ اب نہ ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اس دنیا میں پھر زندہ ہو جائیں گے اس کا مکمّل رد ہو گیا۔"

ناظرینِ کرام ان لوگوں نے نتیجہ" جو قلم گھسائی کی ہے حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں اس کا شائبہ تک نہیں بلکہ الٹا عثمانی
صاحب کے منفرد مسلک کی تکذیب اور ہمارے مذہب مہذب کی تائید
وتصدیق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد لایذیقک اللہ
الموتتین میں موجود ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر
رضی اللہ عنہ پر یہ بات واضح کی اے عمر تمہارا یہ کہنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام
پر موت نہیں آئی یہ درست نہیں۔ موت کوئی ایسی چیز تو نہیں جو کہ آپ کی
شانِ نبوّت کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ تکوینیہ وتشریعیہ کے پیشِ نظر
آپ کو موت آچکی ہے اور موت کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نزدیک
وہی معنیٰ ہے جو سابق صفحات میں گزرا اور یہ کہ اس موت عارضی وعادی

کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات حقیقی و جسمانی عطا فرمادی گئی ہے۔ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ نہ ہوتا تو پھر آپ کے اسی عمل اور وصیّت کو جو گذشتہ صفحات ۷۴ تا ۸۷ پر تفصیل سے گذرے کیا نام دیں گے؟ کیا آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کے بارے یہ تصوّر کر سکتے ہیں کہ ان کا ساری زندگی کا عمل، طریقِ کار اور وقتِ انتقال کی وصیّت آپ کے عقیدے کے خلاف تھی۔ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبیٔ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے بارے میں وہی نظریہ تھا جو ساری اُمّت کا عقیدہ ہے۔ نیز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رائے رکھنا کہ آپ کا عقیدہ حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم تھا، اس لحاظ سے بھی ضروری ہے کہ آپ نے اسی خطبہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ ایک موت جو آپ کے لئے لکھی ہوئی تھی وہ آچکی اس ارشاد صدیقی رض کی وضاحت علماء اسلام رحمہم اللہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

محدث جبیل حضرت الشیخ احمد بن علی المعروف بابن حجر رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

فاخبر انہ اکرم علی اللہ من ان یجمع علیہ موتتین کما جمعھما علی غیرہ کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ وکَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ۔ (فتح الباری شرح بخاری ج ۱۱، ص ۲۴، ص ۷۰، ج ۳، ص ۲۶)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ نے یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے مزید اضافہ کیا ہے:

اولانہ یحیا فی قبرہ ثم لا یموت۔

(ارشاد الساری شرح بخاری ج ۲ ص ۳۷۶)

اور حافظ الملت محدث عظیم حضرت الشیخ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ فرماتے ہیں:

وقال الداؤدی ای لایموت فی قبرہ موتۃ اخریٰ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۸۶)

ان مسلّم و مستند اور جلیل القدر محدثین کے ان ارشادات سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ جملہ ارشاد فرما کر حقیقت میں یہ خبر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام اللہ کے ہاں کہیں بلند ہے اس بات سے کہ وہ آپ پر ۲ موتوں کو جمع کرے جس طرح کہ بعض دیگر پر دو موتیں آئیں مثلاً علاقہ واسط کے وہ ہزاروں مکیں جو طاعون کی وجہ سے اپنا علاقہ چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن بحکمِ الٰہی ان کو موت آگئی اور وہ سارے بغیر دفن کے یوں ہی پڑے رہے اتفاقاً حضرت حزقیل علیہ السّلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ فرما دیا تھا۔ اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہنے کے بعد ان کو دوبارہ موت آئی یا وہ ذات مقدّس جس کا ایک ویران بستی سے گذر ہوا تو انہوں نے دل میں سوچا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی موت دے دی اور بعد ازاں زندہ کیا (اس طرح ان پر دو موتوں کا اجتماع ہو گیا) یا اس ارشادِ صدیقی کا یہ مطلب ہے کہ اس موت کے بعد قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ کئے جائیں گے تو بعد ازیں موت نہیں آئے گی ؎ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

عثمانی صاحب اس خطبہ صدیقی کے آخر میں نتیجہ کے طور پر لکھتے ہیں:

اسی طرح حدیث کی کتابوں میں بے حساب صحابہؓ اور صحابیاتؓ سے نبیؐ کی موت کی تصدیق ان الفاظ میں موجود ہے مَاتَ۔ قُبِضَ۔ خرج من الدنیا وغیرہ مگر کسی کتاب میں کسی صحابیؓ سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں ہے ا

کسی محدث نے "وفات نبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے باب کے بعد حیات النبی بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد ان کی زندگی) کا باب ہی مقرر کیا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی کی اس تحریر کا ابتدائی حصہ ہمارے مذہب کی تنکیر کی بجائے تصدیق کر رہا ہے اور ہمیں بتا رہا ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات بعد الممات بہت سے صحابہ وصحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ ہے کیونکہ مَاتَ کی تشریح اور اس کا لغت عربیہ میں معنیٰ ومفہوم پہلے ذکر ہو چکا ہے قُبِضَ کا بھی یہی مطلب ہے کہ آپ کی روح ایک مرتبہ قبض کی گئی اور خرج من الدنیا کے الفاظ نے بتا دیا کہ مات اور قبض کا دوسرا مفہوم یہی سمجھو کہ خرج من الدنیا وہ اس دنیا سے نکل کر دوسری دنیا میں جا چکے ہیں[1] نہ کہ فنا ہو گئے ہیں یا مر کر حواس ومشاعر کھو بیٹھے ہیں۔ عثمانی صاحب کے اسی قول ——— "کسی صحابی سے موت کے بعد زندہ ہونا منقول نہیں" کا بطلان گزشتہ صفحات میں "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ" کے ضمن میں گذر چکا ہے بلکہ موت کے بعد زندگی اور حیات کا ملنا قرآن مجید کی آیاتِ واردہ دربارۂ شہداء سے ثابت ہے نیز حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

فنبیُّ اللہِ حیٌّ یرزق۔

(موت کے بعد بھی اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے)۔

سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح اور بعض دیگر کتب حدیث کے حوالے سے گذر چکا ہے سو ڈاکٹر عثمانی صاحب کا یہ قول خانہ ساز اور بالکل باطل ہے۔ جس طرح کہ ان کا یہ دعویٰ "اور نہ کسی محدث نے وفات نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب کے بعد حیات النبی بعد وفاتہ (نبی کی وفات کے بعد کی زندگی) کا باب ہی مقرر کیا گیا ہے" حقیقت سے کوسوں دور ہے کیونکہ وفات النبی صلی اللہ علیہ

---

[1] تمام کتب حدیث میں یہ ارشادات نبوی موجود ہیں اور اسی طرح کتب فقہ میں بھی۔

وسلم کے الفاظ سے ان کے دل میں یہ شائبہ تک بھی نہ اُبھرا ہوگا کہ بعد میں ایک ایسی قوم آئے گی جو وفات اور موت و قبض کا مطلب فنار محض مر کر مٹی میں مل جانا اور اس طرح اپنے حواس اور ادراک و شعور سے محرومی بیان کرے گی اسی لئے انہوں نے اس باب کے فوراً بعد حیات النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا باب اور عنوان قائم نہ کیا۔ نیز ان کا یہ خیال ہوگا کہ جب ہم اس سے قبل کتنی ابواب میں واضح کر آئے ہیں کہ اہلِ قبور کو بصیغۂ خطاب السّلام علیکم یا اھل القبور[لہ] کہنا چاہیئے اور وہ اہلِ قبور اپنے اعزہ و اقارب کو پہچانتے ہیں، ان کے سلام کو سنتے ہیں، اپنے اعزہ کی طرف سے دیئے جانے والے ہدایا سے خوش ہوتے ہیں تو ان باتوں سے ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی سمجھ جائے گا کہ میّت کو ادراک و شعور ہوتا ہے۔ اور ادراک و شعور خاصیت حیات ہے سو ایسا عنوان اور باب قائم کرنے کی ضرورت نہیں، سو محدثین کرام نے انہی کُتبِ حدیث میں تو کوئی ایسا باب نہ ذکر کیا البتہ اس موضوع پر علیحدہ اور مستقل تصانیف بھی فرمائیں۔ مثلاً امام حافظ ابوبکر بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، امام تقی الدین سبکی متوفی ۷۴۶ھ اور حافظ الحدیث امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی حیات الانبیاء[لہ] کے عنوان پر مستقل کتابیں مشہور و متداول ہیں۔ پھر نہ جانے ڈاکٹر صاحب نے کیسے لکھ مارا کہ کسی محدث نے یہ باب ہی نہیں لکھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ تو نہایت بلند و بالا ہے۔ امام

لہ اور اب ڈاکٹر موصوف کہہ دیں گے کہ ہم ان جلیل القدر ائمہ کو نہیں مانتے آخر جس شخص کے فتویٰ کفر و شرک سے استاذ المحدثین امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیسی بلند مرتبہ اور فتنۂ اعتزال کے عروج میں تعلیمات اسلامی کو محفوظ رکھنے والی شخصیت نہ بچ سکی والعیاذ باللہ وہ اور کسی کو کیا سمجھتا ہوگا۔

بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے تو عام اموات کے سماع پر باب قائم کیا ہے اور صفحات گذشتہ میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ سماع وادراک حیات کو مستلزم ہے۔
امام بخاری یوں عنوان اور باب تحریر فرماتے ہیں:

باب المیت یسمع خفق النعال۔ مردہ (دفن کر کے واپس جانے والوں کی جوتیوں کی چاپ سنتا ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سند کے ساتھ خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس ارشاد ذکر کیا ہے:

العبد اذا وضع فی قبرہ وتولّی وذھب اصحابہ حتی انہ لیسمع قرع نعالھم اتاہ ملکان فاقعداہ فیقولان لہ ماکنت تقول فی ھذا الرجل محمد صلے اللہ علیہ وسلم فیقول اشھد انہ عبد اللہ ورسولہ فیقال انظر الی مقعدک من النار ابدلک اللہ بہ مقعدا من الجنۃ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیراھما جمیعا واما الکافر اوالمنافق فیقول لاادری کنت اقول مایقول الناس فیقال لادریت ولاتلیت ثم یضرب بمطرقۃ من حدید ضربۃ بین اذنیہ فیصیح صیحۃ یسمعھا من یلیہ الا الثقلین۔ (بخاری صـ ۱۷۸/۱)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں متعدد مقامات پر مختلف اسناد سے روایت کی ہے۔ نیز یہ حدیث دیگر کتب میں بھی موجود ہے
اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی

بندے کو اس کی قبر میں رکھا جاتا ہےؔ اور اس کے ساتھی منہ پھیر کر جانے لگتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز بلا شک وشبہ سنتا ہے تب اس کے پاس دو فرشتے (منکر نکیر) آتے ہیں اور آکر اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو تیرے سامنے موجود ہیں ان کے بارے میں تو کیا کہا کرتا تھا (کیا عقیدہ رکھتا تھا) مردہ فوراً جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اس کے محبوب رسول ہیں۔ چنانچہ اسے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا (سابق) ٹھکانا بھی دیکھ لو (لیکن نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے) اللہ نے اس کے بدلہ تمہیں جنت میں مقام عطا فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص (اپنی قبر سے ہی) دونوں ٹھکانوں کو دیکھ لیتا ہے (کیونکہ عالمِ برزخ میں حجاب نام کی کوئی شے نہیں) اور کافر یا منافق (حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے بارے میں سوال کے جواب میں) کہتا ہے۔ مجھے کچھ علم نہیں دنیا میں جو کچھ لوگ کہتے تھے میں بھی کہا کرتا تھا چنانچہ اسے جواباً کہا جاتا ہے۔ نہ تم نے جانا اور نہ ہی اتباع کی (سو اس کا مزہ چکھو) پھر اس کے دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ پر لوہے کے ایک بہت بھاری ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے۔ تو وہ (اس ضرب کی شدت سے) چیختا ہے۔ اور اس کی چیخ وپکار و بلبلاہٹ کو انسانوں اور جنوں کے علاوہ اس کے قریب عالم مخلوق کی ہر شے سنتی ہے۔

امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کا یوں باب باندھنا اور پھر اس حدیث کو مختلف اسناد سے متعدد مقامات پر ذکر کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ امام بخاری

ؔ آپ کا مشاہدہ ہے کہ مردوں کو زمین میں دفن کیا جاتا ہے اور اسی قبر کی بات ہو رہی ہے کسی برزخی قبر کا یہاں شائبہ تک نہیں۔ جیسا کہ عثمانی صاحب کا خیال ہے۔

کا عقیدہ تھا کہ :

(۱) موت کا معنیٰ گل سڑ کر حواس کھو بیٹھنا نہیں۔

(۲) جب میّت کو دفنا کر اعزہ واقارب لوٹتے ہیں تو وہ ان کے قدموں کی آواز سنتا ہے۔

(۳) اس کے بعد دو فرشتے آتے ہیں اور میّت کو آکر بٹھاتے ہیں۔ اس سے سوال کرتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

(۴) میت اپنی قبر میں ہوتے ہوئے بھی جنت وجہنم کو باوجود اس قدر دور ہونے کے دیکھتا ہے۔

(۵) کافر کو لوہے کے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں اور وہ چیختا ہے۔

(۶) اور یہ سارے امور اسی قبر میں ہوتے ہیں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے۔ کائنات کے کسی اور گوشے میں غیر مرئی قبر کی بات نہیں۔

آئیے انہی امام بخاری علیہ رحمۃ الباری (جن کی اتباع کے دعویٰ کی عثمانی صاحب نے بھرمار کر رکھی ہے) کا ایک اور عنوان اور باب ملاحظہ فرمائیے اور فیصلہ کیجئے کہ عثمانی صاحب کا دعویٰ متابعتِ امام بخاری محض دجل و فریب ہے اور کچھ نہیں۔

باب قول المیت وھو علی الجنازۃ قدمونی۔ (صحیح بخاری ص ۱۷۶ ج ۱)

یعنی صالح میت کا چارپائی پر بولنا مجھے آگے لے چلو۔

اور ص ۱۸۴ پر یوں باب قائم فرمایا :

باب کلام المیت علی الجنازۃ۔

یعنی میت کا چارپائی پر ہوتے ہوئے بولنا۔

ان دونوں بابوں کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو شیوخ

عثمانی اینڈ کو کا یہ دعویٰ اور اشتہاری ہلڑ بازی (کہ امام بخاری عثمانی کے ہم عقیدہ تھے) اس امام جلیل وعظیم پر صریح بہتان اور کھلا جھوٹ ہے۔

عثمانی صاحب کا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ متواترہ سے یہ انکار اور ان کی معاندانہ بھونڈی تاویلیں صرف اور صرف اس لئے ہیں تاکہ عثمانی موصوف کا وہ مقصد پورا ہو جائے جو اس نے توحید خالص دوسری قسط کے صنٛ۳ پر لکھا ہے:

"اس سے بڑھ کر یہ کہ صدیاں گذر گئیں کہ دنیائے اسلام کی اکثریت[1] مرنے والوں کو قبر میں زندہ اور سماع کا مالک مانتی چلی آئی ہے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہوا اور کیوں علماء نے اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی ----- اس اعتراض کی ایک ایک بات کا دوسرا گروہ[2] جواب یوں دیتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک گروہ[2] ایسا ضرور موجود رہا ہے جس نے ان منکر روایتوں اور ان روایتوں کے بھروسے پر عقیدہ کی عمارت تعمیر کرنے والوں پر تنقید کی ہے مگر ان کی آوازیں ہوا میں بکھر گئیں اور نبی کے ساتھ محبت کے غلو[3] اور دوسرے حضرات کی بے پناہ

---

[1] ارشاد نبوی تو یہ ہے کہ اتبعوا السواد الاعظم امت کی اکثریت کی اتباع کرو اور اسی کثیر جماعت کے ساتھ چمٹے رہو فانہ من شذ شذ فی النار جو گروہ بندی کی غرض سے جماعت سے علیحدہ ہوا اسے ان سب سے علیحدہ جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینکا جائے گا اور عثمانی صاحب اپنے تمام کتابچوں میں گروہ بندی کو صحیح قرار دیں اور صرف چند ظاہر پرستوں کو صحیح مسلمان کہیں اور باقی سب ائمہ و دیگر امت کو کافر و مشرک گردانیں۔ فیا للعجب۔

[2] عثمانی صاحب نے اپنی تمام تحریروں میں اپنے آپ کو اور اپنے ہم نواؤں کو ایک گروہ تسلیم کیا ہے۔

[3] اللہ تبارک وتعالیٰ تو اطاعتِ نبوی کو بعینہٖ اپنی اطاعت قرار دے۔ نبی کی اتباع کو اپنی محبت کا سبب بتائے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واضح فرمائیں کہ دین کا کمال صرف اور صرف غیر مشروط محبت میں پوشیدہ ہے جس کو کائنات کی تمام مخلوق سے زیادہ مجھ سے محبت نہیں وہ مومن نہیں اور ڈاکٹر صاحب نبی کریم رؤف رحیم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی زیادتی کو سبب شرک و کفر گردانیں اور اسی جملہ میں عثمانی صاحب کی ساری تگ ودو کا حاصل اور ان کا اصلی مقصد پوشیدہ ہے اے مسلمان ذرا جاگ ہوش میں آ سنبھل۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

شہرت کے زیرِ اثر ان کے ساتھ عقیدت مندی نے ایک نہ چلنے دی۔"

یہ ہے عثمانی کا مخفی اور حقیقی نصب العین کہ امت کو نبی کے ساتھ بھرپور محبت نہ ہو۔ جلیل القدر ائمہ کرام کی عقیدت کا دلوں میں نام و نشان تک نہ ہو اور اسی مذموم مقصد کے حصول کے لئے عثمانی صاحب نے یہاں تک چھلانگ لگادی کہ دینِ اسلام کی دوسری بنیاد حدیث شریف کی کتب کو جعفری کتب کا چربہ قرار دے کر دینِ اسلام کو ایک طفیلی دین بنا دیا۔ ملاحظہ ہو توحید خالص دوسری قسط ص۱۱ پر یہ باطل افروز تحریر:

ان سارے دلائل کے باوجود اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں حیات کا اثبات کرنے والی صریح روایتیں مذہبِ جعفریہ میں ضرور موجود ہیں اور عجب نہیں کہ وہیں سے آکر یہ احادیث کی کتابوں میں بار پا گئی ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کے دیگر تمام کتابچوں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ اسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور ان متواتر احادیث طیبہ کو مذہب جعفری کا چربہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ اولیاء عظام اور ائمہ و علماء کرام کو بیک جنبش قلم مشرک اور دین کو اس کی اصلی حالت سے بدلنے والا قرار دے دیا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

ناظرین کرام! میں نے حیات الانبیاء خصوصًا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد از ممات کو قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت سادہ الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مقدس اتبعوا

محمد کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

رہنمائی اور تعاون سے ان اوراق کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں انہیں اجرِ جمیل و جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور پُر نور شافع یوم النشور کی شفاعتِ عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

ھٰذا ما عندی فی توضیح ھٰذا المقام والحق عند اللہ العلّام وما توفیقی الّا بہ وعلیہ توکّلت والیہ انیب وھو حسبی وحسبکم ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

وھو ربّی الودود ذو العرش المجید

وانا المتبری من حولی وقوتی والراجی شفاعۃ حبیبہ المحمود

خالد محمود

من خریجی دار العلوم محمدیہ غوثیہ

بھیرہ (سرگودھا)

خویدم الحدیث النبوی الشریف

بدار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی

کراتشی

السواد الاعظم (امت کے اکثریتی گروہ کی متابعت کرو) کے مطابق آپ بھی وہی عقیدہ اختیار فرمائیں جو جمہور امت مسلمہ نے قرآن مجید اور احادیث رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی میں اختیار کیا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان عالی شان ہے لا تجتمع امتی علی ضلالۃ میری اُمت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمودہ پر ایمان لائیں نہ کہ عثمانی صاحب کے خلافِ اسلام اقوال پر اور بمصداق الحق یعلو ولا یعلیٰ (حق ہمیشہ غالب آتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) عثمانی کو بھی کئی مقامات پر تسلیم کرنا پڑا کہ "امت کی اکثریت کا عقیدہ یہ ہے:

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد اُمت محمدیہ کا نصیب کہ وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مسئلہ جو قرآن، حدیث اور اجماع صحابہؓ کا متفقہ مسئلہ تھا آج اختلافی مسئلہ بنا ہوا ہے اور اُمت کی اکثریت کا عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ نبیؐ عائشہؓ کے حجرہ میں اپنی قبر کے اندر زندہ ہیں وہاں اگر کوئی درود و سلام پڑھے تو سنتے اور جواب دیتے ہیں اور فرشتے درود و سلام لیجا کر آپؐ کے حضور پیش کرتے ہیں (علماء دیوبند، بریلی اور اہلحدیث)"

ان سطور میں میں نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے عقیدہ صحیحہ کے اثبات کے ساتھ ساتھ عثمانی صاحب کی بھونڈی تاویلوں کا جواب بھی عرض کر دیا ہے۔ تاہم اتنی گذارش ضرور کروں گا کہ اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اس قدر دینی تعلیم کا ضرور انتظام کریں جس سے وہ اس قسم کے طالع آزما لوگوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکیں۔

بارگاہِ ایزد تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ ان چند حروف کو اپنی جناب میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ جن علماء اسلام اور احباب کرام کی مشفقانہ

؏ نبی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ کے ساتھ رضی اللہ عنہا لکھ دیتا تو قصر خارجیت میں کونسا زلزلہ آجاتا۔

تف ہے اس گستاخ ذہن وقلم پر۔

رہنمائی اور تعاون سے ان اوراق کو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں انہیں اجرِ جمیل و جزیل عطا فرمائے اور ہم سب کو حضور پُر نور شافع یوم النشور کی شفاعتِ عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے۔

هٰذا ما عندی فی توضیح هٰذا المقام والحق عند الله العلّام وما توفیقی الّا به وعلیه توکّلت والیه انیب وهو حسبی وحسبکم ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

وهو ربی الودود ذو العرش المحمود

وانا المتبرّی من حولی وقوتی والراجی شفاعة حبیبه المحمود

خالد محمود

من خریجی دار العلوم محمدیه غوثیه

بهیره (سرگودها)

خویدم الحدیث النبوی الشریف

بدار العلوم قمر الاسلام سلیمانیه بنجاب کالونی

کراتشی

اے رحمت والے رب اپنے رحمت والے
محبوب کے صدقے میں کتاب کے لکھنے والے
اور اس کی اشاعت میں کوشش کرنے والوں
کو دین و دنیا کی سعادت سے ہمکنار فرما۔
امین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب ملنے کے پتے

(۱) جامع مسجد مینارہ نزد سی آئی اے سینٹر صدر کراچی
(۲) دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی
(۳) اقبال بکڈپو صدر کراچی
(۴) جامع مسجد دیار حبیب کارساز کراچی
(۵) مکتبہ الکرم کچہری روڈ گجرات

تعداد: دو ہزار

قرآن کتاب ہدایت ہے
قرآن مکمّل ضابطۂ حیات ہے
قرآن ہماری دُنیوی اور اُخروی کامیابی کا ضامن ہے
آئیے قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں،
پیر محمّد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکہ آرا تفسیر

ضیاء القرآن

خوبصورت ترجمہ — بہترین تفسیر

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ، جس کے ہر لفظ میں اعجازِ قرآن کا حسن نظر آتا ہے۔
تفسیر: اہلِ دل کے لیے درد و سوز کا ارمغاں